الفرقان

مارچ 1969

Hazrat Khalifatul-Masih III with Two Ghanaian Members of the community who attended the Annual Jalsa 1968at Rabwah.

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

امام مسجد لندن لائیبیریا مغربی افریقہ میں

مسلمانان لائبیریا کی طرف سے دیئے جانے والے عصرانے میں صدر ٹب مین آف لائبیریا نے مہمان خصوصی جناب مولانا بشیر احمد صاحب رفیق امام مسجد لندن کو لائبیرین چیف کا لباس پہنایا - جبکہ آپ گذشتہ سال لائبیریا تشریف لے گئے تھے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۹ شمارہ ۳	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ مارچ — ۱۹۶۹ء	محرم الحرام ۱۳۸۹ھ امان ۱۳۴۸ہش

تبلیغی و تعلیمی مجلہ الفرقان

اغراض و مقاصد

۱۔ فضیلتِ اسلام کا بیان۔

۲۔ قرآنی حقائق کا ذکر۔

۳۔ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کی تردید۔

۴۔ احمدیت (اسلام کی نشاۃِ ثانیہ) کا تذکرہ۔

قواعد و ضوابط

۱۔ تاریخ اشاعت شمسی مہینہ کی پندرہ تاریخ ہے۔

۲۔ سالانہ زرِ اشتراک پیشگی :۔

پاکستان ۔ ۔ ۔ ۔ چھ روپے

بھارت ۔ ۔ ۔ ۔ آٹھ روپے

دیگر ممالک بحری ڈاک :۔ تیرہ شلنگ یا دس روپے

" " ہوائی ڈاک :۔ ایک پاؤنڈ دس شلنگ

۳۔ تمام رقوم بنام مینجر الفرقان ربوہ بھیجی جائیں۔

۴۔ مضامین بنام ایڈیٹر الفرقان ارسال کئے جائیں۔

ادارہ

ایڈیٹر :۔ ابوالعطاء جالندھری

نائبین

۱۔ دوست محمد شاہد مولوی فاضل

۲۔ عطاء المجیب راشد ایم اے

ترتیب

• شذرات	ایڈیٹر	ص۲
• موجِ طوفان (نظم)	جناب نسیم سیفی	ص۱۲
• ہائی کورٹ کے فیصلہ پر مدیر چٹان کی تنقید کا جواب	ایڈیٹر	ص۱۳
• تدوینِ قرآن مجید	جناب مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل بھارت	ص۱۸
• ماحصلِ مطالعہ	چند احباب	ص۴۲
• حدیثِ مجدد کے متعلق چند سوالات اور ان کے جواب	ایڈیٹر	ص۴۴
• گوہرِ مقصود (نظم)	جناب شاد صاحب	ص۴۵
• ایک مفید تجویز	جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب	"
• اشتہارات		ص۴۶

توسیعِ اشاعت فنڈ

حق کے طالبوں تک بلا قیمت یا رعایتی قیمت پر الفرقان پہنچانے کے لئے یہ فنڈ آپ کی توجہ اور اعانت کا مستحق ہے۔ ایسی رقوم مینجر الفرقان ربوہ کے نام ارسال فرمائیں۔

(مینجر الفرقان۔ ربوہ)

(پرنٹر و پبلشر ابوالعطاء [illegible] ربوہ سے چھپوا کر دفتر الفرقان سے شائع کیا)

شذرات

(۱) کشتیٔ کلیسا کے ناخدا جعل و فریب سے کام لے رہے ہیں ـــــ!

مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتا ہے:۔

"پاکستانی مسیحی کلیسیا کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ حالات کا بغور جائزہ لے کہ بدعتوں اور بے دینی کا ایک شدید سیلاب مغرب سے مشرق کی طرف اُمڈ آیا ہے اور کلیسیا کی کشتی اس سیلاب کے تباہ کن تھپیڑوں سے دوچار ہو گئی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مغرب کی بے دینی کے حامی مشنری صاحبان کشتی کلیسیا کے ناخدا بنے بیٹھے ہیں اور اپنے جعل و فریب سے شرکائے کلیسیا کو جھوٹی تسلی دے رہے ہیں۔ ایک طرف تو کلیسیا کو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم مسیح کی بے پدر پیدائش کا انکار نہیں کرتے تو دوسری طرف یسعیاہ ۷/۱۴ جس میں لکھا ہے کہ "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی۔ اس کے بیٹا ہوگا اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔" اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق مسیح کی پیدائش سے نہیں ہے بلکہ یہ آیت تو کسی اور شخص کی پیدائش سے متعلق ہے۔ یہ بیان پڑھ کر لازماً مسیحی کا خون کھولے گا کہ وہ کونسا شخص ہے جو ایسی بے دینی کی تعلیم دیتا ہے جبکہ صدیوں سے کلیسیا یسعیاہ ۷/۱۴ کو مسیح یسوع کی پیدائش سے منسوب کرتی رہی ہے۔"

(کلامِ حق گوجرانوالہ فروری ۱۹۶۹ء صفحہ ۲)

الفرقان ـ یہ اقتباس عیسائیت کے اس زوال کا ایک واضح اور مُنہ بولتا ثبوت ہے جس کی خبر سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پیشتر دی تھی۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ۔

(۲) مسلمان کی عمومی تعریف

مجلسِ احرار پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ سید ابوذر نے کہا ہے کہ:۔

"علماء کرام کے منظور شدہ ۲۲ نکاتی دستوری خاکہ کے مطابق ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے مجلسِ احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام ملک کی تمام سیاسی، مذہبی اور سماجی جماعتوں کے نمائندوں اور معروف شخصیتوں پر مشتمل ایک کنونشن بلایا جائے گا۔ ۲۲ نکاتی دستوری خاکہ ۱۹۵۱ء میں کراچی میں منعقدہ ملک بھر کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے

صفِ اوّل کے ۳۱ علماء کرام کے ایک نمائندہ اجلاس میں منظور کیا گیا تھا۔ آپ نے کہا کہ اس بارے میں کنونشن بلانے کا فیصلہ احرار اسلام کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۵ رجنوری میں کیا گیا تھا۔ اس فیصلہ کے مطابق مجلس کی طرف سے قریباً ساڑھے آٹھ سو دعوت نامے بھیجے جا چکے ہیں۔ یہ دعوت نامے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہوں اور معروف سیاسی شخصیتوں کو بھیجے گئے تھے۔ چنانچہ سیاسی جماعتوں کے سربراہوں میں مولانا بھاشانی، مسٹر بھٹو اور صدر محمد ایوب بھی شامل ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ ہم اپنی طرف سے منصبِ فتویٰ کا ناجائز استعمال کر کے کسی شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنا غلط سمجھتے ہیں۔ جو سوشلسٹ کہلانے کے باوجود لادین نہ ہونے کے مدعی ہیں اور اسلام اور رسول اکرمؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ جو لوگ اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں کسی کو انہیں کافر کہنے کا حق نہیں پہنچتا۔"

(نوائے وقت ۱۲ مارچ ۱۹۶۹ء)

الفرقان ۔ ناظم مجلس احرار کی بیان کردہ عمومی تعریف کہ "جو لوگ اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں کسی کو انہیں کافر کہنے کا حق نہیں پہنچتا" بالکل درست تعریف ہے۔ اسی تعریف کو مان کر جملہ مسلمان فرقوں میں باہم اتفاق و اتحاد پیدا کر کے ملکی استحکام کو قائم کیا جا سکتا ہے۔

(۳) فرقوں کی باہمی سر پھٹول کی داستانیں

ہفت روزہ لولاک لائلپور لکھتا ہے :-

"فرقوں کے وجود کی وجہ سے ہو چکی ہوئی خرابیاں ہمارے سامنے ہیں جبکہ آئے دن فرقوں کی باہمی سر پھٹول کی ہزار داستانیں اخبارات کے صفحوں پر آتی رہتی ہیں۔ دیوبندیوں اور بریلویوں کے مابین مسجدیں جھگڑوں کا باعث بنی رہتی ہیں۔ فرقوں کے باہمی اختلافات کی بناء پر مسجدوں پر قبضے جمانے کے مقدمات عدالتوں میں سماعت ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے مسائل کے اختلافات کی بناء پر مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ہی قتل کیا گیا ہے۔ کہیں مقلّد اور غیر مقلّد کا جھگڑا ہے تو کہیں کوئی مونوی صاحب شیعہ فرقے کی دل آزاری کے مسائل چھیڑ دیتے ہیں۔ پھر شیعہ حضرات بھی اپنی دل آزاری کو برداشت نہ کرتے ہوئے جواب آں غزل دیتے ہیں۔"

(لولاک لائلپور ۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء)

الفرقان ۔ یہ حالت سخت افسوسناک ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ ہر مسلمان کہلانے والے فرقہ کو بہرحال مسلمان قرار دیا جائے اور خیالات و

عقائد کے اختلاف کو رواداری سے افہام و تفہیم اور دلائل سے حل کیا جائے۔

(۴) اکثر انبیاء کے بادشاہ نہ ہونے میں حکمت

شیعی ماہنامہ معارف اسلام لاہور لکھتا ہے:-

"انبیاء علیہم السلام میں صرف پانچ نبی ایسے گزرے ہیں جن کو بادشاہت نصیب ہوئی۔ سکندر ذو القرنین۔ داؤدؑ سلیمانؑ یوسفؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ باقی اور تمام انبیاء کو اس چیز سے محروم رکھا گیا... تاکہ ایمان لانے والے کسی دنیوی فائدہ کے پیش نظر یا سطوتِ شاہی سے مرعوب ہو کر ایمان نہ لائیں کیونکہ ایسا ایمان قابلِ قبول نہیں۔" (معارف اسلام جنوری ۶۹ء صفحہ ۲۸)

الفرقان - اس تاریخی حقیقت سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو کہتے رہتے ہیں کہ نبی کے لئے بادشاہ ہونا ضروری ہے۔

(۵) شریعت موسوی کے تابع رسول

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لکھتا ہے:-

"ان آیات (اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا) سے ظاہر ہے کہ شریعت موسوی کے تابع کئی رسول مبعوث کئے گئے اور وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوئے۔"

(تنظیم اہلحدیث ۲۴ جنوری ۶۹ء)

الفرقان - اس نص سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کے رُو سے انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) نئی شریعت لانے والے (۲) سابقہ شریعت کے تابع نبی۔

(۶) مذہب جعفری کی تبلیغ اور حکومت ایران

شیعی رسالہ پیام عمل لکھتا ہے:-

"ایران میں شیعہ حکومت برسر اقتدار ہے۔ ہر سال رضا شاہ پہلوی کی تاجپوشی کے موقع پر شہنشاہ کو یہ حلف اٹھانا پڑتا ہے کہ وہ مذہب جعفری کی تبلیغ کے لئے کوشاں رہیں گے اور بیرونی ممالک میں ایرانی سفارت خانہ بھی تبلیغ دین کے لئے ایک معتدبہ رقم خرچ کرتا رہتا ہے۔"

(پیام عمل لاہور فروری ۶۹ء ص ۸)

الفرقان - کیا باقی مسلمان ممالک کے بادشاہ بھی اپنے مسلک و مذہب کی تبلیغ کے لئے حلف اٹھاتے ہیں اور کیا ان کے سفارتخانے بھی تبلیغ دین کے لئے معتدبہ رقوم خرچ کرتے ہیں؟

(۷) حضرت مسیحؑ کو یہ "تعلیم" کس طرح دی جائیگی؟

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور لکھتا ہے:-

"قرآن مجید میں جہاں کتاب و حکمت اکٹھا بصیغہ مضارع آیا ہے وہاں بجز قرآن وسنت کے اور کچھ مراد نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن وسنت، تورات و انجیل کا وعدہ فرمایا اور وعدۂ خداوندی میں خلاف محال ہے۔ تورات اور انجیل کی تعلیم ہو چکی **قرآن وسنت کی تعلیم بعد نزول من السماء ہو گی۔**"

(تنظیم اہلحدیث ۳۱ جنوری ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح کو قرآن وسنت کی "تعلیم" اللہ تعالیٰ کی براہِ راست وحی سے ہو گی گویا ان پر دوبارہ قرآن مجید بذریعہ جبریل نازل ہو گا؟ اور پھر کیا سنت کی تعلیم بھی جبریل دیں گے؟ اگر یہ صورت نہیں بلکہ حضرت مسیح کو اس "تعلیم" کے لئے کسی مولوی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا ہو گا اور وہ مولوی صاحب ان کے استاد ہوں گے تو وہ کون ہوں گے؟ نیز اس سے کئی اور الجھنیں پیدا ہوں گی فتدبروا۔

(۸) مغرب کے اعتراضات اور اہلِ علم مسلمانوں کا رویہ

جناب مودودی صاحب کا رسالہ لکھتا ہے:۔

"انیسویں صدی کے نصف آخر میں اور بیسویں صدی کے دورِ اوّل میں مسلمانوں کے اہلِ علم اور اہلِ قلم نے مغربی فلسفہ کو حق مان کر اسلامی عقائد میں ترمیم کرنی شروع کی مغربی تہذیب کو بجا و درست سمجھ کر اسلامی تہذیب کی شکل بگاڑنے اور اس کے اندر نئے پیوند لگانے کا سلسلہ جاری کیا۔ اور اسلام پر اہلِ مغرب کے اعتراضات کو وزنی سمجھ کر ان کے جواب میں **معذرت خواہانہ انداز اختیار کر لیا۔**"

(ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۹ء صفحہ ۲۳)

الفرقان۔ یہی وہ وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دفاع اور دین کی تجدید کے لئے اپنے فرستادہ کو مبعوث فرمایا تھا۔ گویا وہ عین وقت پر آیا تھا۔ یہ خود دلیلِ صداقت ہے۔

(۹) حکومتِ پاکستان کی پالیسی کیا ہو؟

شیعہ اخبار المنتظر لاہور لکھتا ہے:۔

"ہم اس بات کے حامی نہیں ہیں کہ غیر شیعہ کتب کو حکومت ضبط قرار دے اس لئے کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ایک **اٹل اصول ہے۔ ہمارے نزدیک ہر مذہب و ملت کے افراد کو یکساں مذہبی آزادی ہونی چاہیئے** اور ہر شخص اپنے عقائد اور نظریات پر خواہ وہ دوسروں کے لئے دل آزاری

کیوں نہ ہوں عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ اس کی سیدھی سادی سی مثال یوں پیش کی جا سکتی ہے کہ مملکت خداداد پاکستان میں ہر مذہب و ملت کے افراد بستے ہیں شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی۔ مرزائی بھی ہیں اور بہائی بھی۔ ہندو بھی ہیں اور عیسائی بھی۔ اب ذرا بنظر غائر ملاحظہ فرمائیے کہ ان سب مذاہب اور فرقوں میں بُعد المشرقین ہے اور ہر ایک مذہب اور فرقے کے عقائد ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ اگر عیسائی عقیدہ تثلیث پر عمل پیرا ہیں تو بہائی اور مرزائی اپنے اپنے پیغمبروں کی شریعتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اگر اہل سنت حضرات فقہ حنفی کے پابند ہیں تو اہل تشیع فقہ جعفریہ کی پابندی کرتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ہر مذہب و ملت کے افراد کے عقائد ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو پھر حکومت عالیہ کی موجودہ پالیسی کے مطابق ہر فرقہ اور مذہب کے افراد ایک دوسرے پر معترض ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں موجودہ پالیسی ہمیشہ حکومت کے لئے دردسر کا باعث رہے گی۔ اس کا **واضح ترین حل** یہ ہے کہ حکومت عیسیٰ بدین خود اور موسیٰ بدین خود۔ کی پالیسی پر عمل کرے اور ہر فرقے اور مذہب کو اپنے اپنے عقائد پر عمل کرنے کی آزادی دے۔ اس صورت میں قطعی طور پر تشتت نہیں ہوگا۔ یہی پالیسی برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے رائج تھی اور ہندوستان میں آج بھی اسی پالیسی پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔" (المنتظر لاہور۔ ۲ جنوری ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ جہاں تک قرآنی اصل لا اکراہ فی الدین کا تعلق ہے آئین ملک کے تابع ہر مذہب و ملت کے افراد کو یکساں مذہبی آزادی ہونی چاہیئے۔ شیعہ معاصر نے اختلافات کا جو حل پیش کیا ہے وہ قابل توجہ ہے مگر ہمیں معاصر سے شکوہ ہے کہ وہ احمدیوں کو نادرست طور پر "مرزائی" لکھتا ہے۔ مزید برآں جانتے بوجھتے ہمارے متعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے علاوہ (معاذ اللہ) کوئی اور شریعت مانتے ہیں حالانکہ یہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ بہائیوں کے متعلق بھی معاصر کی معلومات قابل اصلاح ہیں۔ وہ لوگ بانی بہائیت کو نبی یا رسول نہیں مانتے بلکہ اسے "**مستقل خدائی ظہور**" جانتے ہیں۔

(۱۰) مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نبی ہے۔

اہلحدیث ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لکھتا ہے:۔

"کسی نص شرعی میں نہیں ہے کہ مسیح موعود

پر جبریل وحی لائے گا بلکہ اجماع امت ہے کہ مسیح موعود باوجود رسول ہونے کے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شمار ہوگا۔"

(تنظیم اہلحدیث ۲۴ر جنوری ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ مسیح موعود کی یہی حیثیت اجماع امت میں مسلّم ہے کہ وہ نبی اور رسول تو ہے مگر مستقل نہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس مقام کو پاکر آپؐ کا امتی نبی ہے۔

(۱۱) ملکیّتِ زمین کے متعلق اسلامی نظریّہ

مدیر تنظیم اہلحدیث لکھتے ہیں:۔

"تحریک جمہوریت کے معتدر رہنما میاں ممتاز دولتانہ نے ۱۷ر جنوری کو بیرون موچی دروازہ میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے نزدیک زمین صرف اسی کی ہے جو خود کاشت کرے۔ ہمارے نزدیک موصوف کا یہ نظریہ اسلامی نہیں ہے صرف جذباتی ہے۔ ہاں اسلام میں صرف اس امر کی پابندی ہے کہ زمین جائز ذریعے سے حاصل کی گئی ہو۔" (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث ۳۱ر جنوری ۱۹۶۹ء صفحہ ۳)

الفرقان۔ علماء کا فرض ہے کہ ایسے مواقع پر اسلام کی تعلیم کو واضح رنگ میں مدلّل طور پر بیان کریں۔

(۱۲) اجتماعی قوّت کے لئے الگ جماعت بنانا بڑی نعمت ہے

جناب مودودی صاحب کے ماہنامہ نے لکھا ہے:۔

"ہمارے اس ملک میں سیاسی یا دینی جماعتوں کے الگ الگ وجود کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں جو ایک عام انقباض سا پایا جاتا ہے وہ ایک غلط اندازِ فکر کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کسی جماعت کا الگ وجود ہی افتراق کی علامت ہے۔ اور یہ ہر صورت میں اجتماعی مفاد کے لئے خطرے کا باعث ہے ..... لیکن اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ہر جماعت لازمی طور پر افتراق پیدا کرنے کے لئے معرضِ وجود میں نہیں آتی۔ جماعت ایک اجتماعی قوت کا نام ہے۔ اس سے نہایت اچھے مقاصد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ خصوصاً انسانوں کی تربیت کے لئے تو جماعتوں کا وجود ہمیشہ ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہوا ہے۔"

(ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۲-۱۳)

الفرقان۔ اندریں حالات "انسانوں کی تربیت" کے لئے خدا کے کسی برگزیدہ کا باذنِ الٰہی

الگ جماعت قائم کرنا کیونکر قابلِ اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہاں یہ درست ہے کہ کسی غیر مامور کو از خود جماعت بنانے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔

(۱۳) علماء کی "مشترکہ قرارداد" اور شیعہ صاحبان

شیعی رسالہ معارف اسلام لاہور لکھتا ہے:۔

(الف) "جہاں تک ۱۹۵۱ء کی تمام فرقوں کے علماء کی کسی مشترکہ قرارداد کا تعلق ہے جیسا کہ محترم مودودی صاحب و محترم تھانوی صاحب فرما رہے ہیں تو اس کے متعلق جناب مولانا محمد بشیر صاحب انصاری آف ٹیکسلا مسلمہ شیعہ عالم دین کے بیان میں آ چکا ہے جس سے ثابت ہے کہ وہ تجاویز متفقہ نہ تھیں۔"
(معارف اسلام فروری ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۶)

(ب) "۱۹۵۱ء میں تمام فرقوں کے علماء نے ہرگز باتفاق رائے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ شریعت اسلامیہ کی وہی تعبیر کی جائے گی جو کوئی ایک اکثریتی فرقہ قبول کرتا ہے۔ اگر جلد بازی یا غلط فہمی میں ایسا فیصلہ ہوا بھی ہو تو غلط ہوا۔ آپ اس فیصلہ کو منظرِ عام پر لائیں اور تمام فرقوں کے جید اور مسلمہ علماء سے اس کی تصدیق و تائید کرائیں" (معارف اسلام فروری ۱۹۶۹ء صفحہ)

الفرقان۔ اندریں حالات اس قرارداد کو متفقہ قرار دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا کہ ہمیشہ صحیح اور پختہ بات کی جائے۔

(۱۴) شیعہ صاحبان کے لئے الگ شخصی قانون کی تائید

کراچی کا حنفی ماہنامہ البلاغ لکھتا ہے:۔

"اب ملک کے قابلِ ذکر فرقوں میں صرف شیعہ حضرات رہ جاتے ہیں۔ ان کا شخصی قانون بلاشک سنی حنفی قانون سے بہت سے معاملات میں الگ ہے صرف ان کے لئے شخصی قانون الگ بنا دینا کوئی مشکل ہے اور نہ اس میں کوئی قباحت انگریزی دور میں بھی ان کا شخصی قانون عام مسلمانوں کے قوانین سے الگ تھا۔" (البلاغ کراچی فروری ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ کیا اس سے شیعہ صاحبان بھی متفق ہوں گے؟

(۱۵) شیعہ صاحبان کے الگ شخصی قانون کی مخالفت

اہلحدیثوں کا ہفت روزہ الاعتصام لکھتا ہے:۔

"ایسے وقت میں جب کہ ملک میں ابھی تک سندھی، بلوچی، پٹھان،

پنجابی اور بنگالی قومیتوں کے بُت نہیں توڑے جاسکے اور اُن کے درمیان نفرت اور بُعد کو ختم نہیں کیا جاسکا کیا ایسے وقت میں ایسے احوال و ظروف میں یہ مناسب ہے کہ مذہب اور مکتب فکر کی بنیاد پر نئی نفرتوں اور عداوتوں کی تخم ریزی کی جائے اور پاکستان میں بسنے والی ایک قوم کو شیعہ اور سُنّی کی بنا پر دو مستقل قوموں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

(الاعتصام لاہور ۸ر نومبر ۱۹۶۸ء)

الفرقان - سوال یہ ہے کہ کیا بغیر رضامندی کے شیعہ صاحبان کو اکثریت کی فقہ کا پابند کرنا معقول ہے؟

(۱۶) صحتمند معاشرہ اور سنیما بینی

روزنامہ مشرق کی خبر ہے کہ:-

گوجرانوالہ میں نوجوانوں کے اسلامیہ سٹوڈنٹس کلب کی تقریر میں کہا گیا کہ:-

"وہ غیر اخلاقی باتوں اور سنیما بینی سے پرہیز کریں تاکہ وہ صحتمند معاشرہ کی تشکیل میں بہتر خدمات انجام دے سکیں۔" (روزنامہ مشرق لاہور ۱۶ر مارچ ۱۹۶۹ء)

الفرقان - مقام مسرت ہے کہ سنیما بینی کی مضرتوں کا عام احساس ہو رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قریباً چالیس سال پیشتر احمدیوں کو سنیما بینی سے منع کر دیا تھا۔

(۱۷) روافض حضرت علیؓ کو نبی مانتے ہیں؟

ہفت روزہ المنبر لائلپور میں لکھا ہے کہ:-

"حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں ادعت ایضاً الخ - روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علیؓ نبی ہیں۔ خدا ان کو لعنت کرے اور اسکے فرشتے بھی اور اس کی تمام مخلوق دن قیامت تک اور جلا دے ان کے کھیتوں کو کیونکہ انہوں نے اس بارہ میں غلو سے کام لیا ہے اور اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔"

(المنبر لائلپور ۱۷-۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء صفحہ ۲۱)

الفرقان - ہم اس اقتباس کو محض محققین کے غور و فکر کے لئے شائع کر رہے ہیں۔

(۱۸) حضرت سلیمانؑ کے متعلق افسانوی تفسیر

شیعہ ماہنامہ معارف اسلام لکھتا ہے:-

"دیووں اور جنوں نے یہ سمجھ کر کہ جناب سلیمانؑ اس سے شادی نہ کرلیں یہ خبر اُڑا دی کہ بلقیس کی رانوں پر لمبے لمبے بال ہیں اور عقل کی بڑی کوتا

ہے۔ بس ان دونوں باتوں کا تجربہ کرنا جناب سلیمان نے چاہا۔ عقل کا امتحان تو یوں کیا کہ جنوں کو حکم دیا کہ اس کے تخت میں جلد ایسی تبدیلی کرو کہ اس کی پہچان میں نہ آئے۔ اب رہا ٹانگوں کے بالوں کا پتہ چلانا تو ایک نبی نامحرم کی ساق پا کو برہنہ کرا کے تو دیکھ نہ سکتا تھا حکم دیا جلد شیشہ کا ایک مکان بناؤ۔ اس کا فرش ایسا ہو کہ نیچے پانی ہو، اوپر شیشہ ——— جب دونوں کام ہو گئے تو حضرت سلیمانؑ نے پہلے تخت کا پوچھا۔ بلقیس نے کہا ہاں ہے تو گویا ویسا ہی سمجھ گئے صاحب عقل ہے۔ پھر اس سے محل کے اندر جانے کو کہا۔ اس نے فرش کو پانی سمجھ کر اپنے پائنچے اوپر کو اٹھائے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا یہ پانی نہیں شیشہ ہے۔ بہرحال دوسری بات یوں معلوم ہو گئی۔"

(معارف اسلام لاہور فروری ۱۹۶۹ء ص ۲۴)

(۱۹) ایک عجیب تمثیل

مدیر ماہنامہ میثاق لکھتے ہیں :-

"بالکل ایسے جیسے حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد بھی ایک عرصے تک جنوں اور شیطانوں پر ان کی ہیبت و وحشت کے اثرات قائم رہے تھے ہمارے سیاستین کو بھی مارشل لا کے صدمے سے ہوش میں آنے میں کافی وقت لگا اور مارشل لا کے خاتمے کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک ملکی سیاست کے میدان میں مکمل سرد بازاری کا سماں طاری رہا۔" (میثاق لاہور جنوری ۱۹۶۹ء ص ۳)

الفرقان۔ کیا یہ تمثیل سیاستدانوں کے لئے وجہ ناراضگی تو نہیں ہے؟

(۲۰) سب انبیاء حضرت خاتم النبیینؐ کی امت میں؟

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لکھتا ہے :-

"نص قرآنی ثابت کر رہی ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام حضرت خاتم النبیینؐ کی امت میں شمار ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب انبیاء سے اقرار لے چکا ہے کہ وہ خاتم النبیینؐ کی پیروی کریں گے اور ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔"

(تنظیم اہلحدیث ص ۲ جنوری ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ جب سب نبی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں تو آپؐ کے ایک امتی نبی کی وجہ سے ختم نبوت کا ٹوٹنا کیونکر لازم

آسکتا ہے ؟

(۲۱) اکابر اہلحدیث کی مخالفانہ مساعی

ہفت روزہ الاعتصام لکھتا ہے :-

" مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۰ء میں مسلمانوں کے ہر مکتب فکر کے علماء سے مرزا اور مرزائیوں کے خلاف فتویٰ تکفیر حاصل کیا جو بڑے سائز کے ۲۰۰ صفحات پر شائع بھی کر دیا گیا تھا جو آج بھی ایک بڑی علمی دستاویز ہے۔ واضح رہے کہ اس فتویٰ تکفیر کے پہلے مفتی حضرت مولانا شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس فتویٰ کے علاوہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے مجلہ اشاعۃ السنۃ کے تقریباً ۴ ہزار صفحات مرزا قادیان اور مرزائیوں کی تردید میں تحریر فرمائے "

(الاعتصام ۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء صفحہ ۱)

الفرقان - اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت میں اہلحدیثوں کی بڑی تعداد شامل ہوئی ہے تاہم یہ "مخالفانہ مساعی" بغرض تاریخ ریکارڈ کی جاتی ہیں۔

(۲۲) انڈونیشیا میں اسلام کو بچایا جائے

ہفت روزہ سیرت لاہور لکھتا ہے :-

" عیسائی مشنری ادارے انڈونیشیا میں بڑی تندہی سے کام کر رہے ہیں اور **سینکڑوں لوگوں کو عیسائی بنا** رہے ہیں اسلئے یہ ایک بہت ہی نازک موقع ہے کہ انڈونیشیا میں اسلام کو بچایا جائے "

(ہفت روزہ سیرت لاہور ۲۷ جنوری ۱۹۶۹ء)

الفرقان - دردمندانِ اسلام کا فرض ہے کہ انڈونیشی مسلمانوں کو عیسائی پادریوں کی یورش سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ علماءِ اسلام کو اپنے اصل کام کی طرف توجہ کرنے کی توفیق بخشے آمین ؟

(۲۳) پادریوں کا زعم اور حضرت مسیح کا فرمان

مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتا ہے :-

" جب تک کوئی شخص مسیح کی صلیبی موت اور اسکے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی قدرت کو تسلیم نہ کرے وہ **نجات** سے محروم رہتا ہے اور خداوند کی فردوس میں اس کا کوئی حصہ نہیں "

(کلامِ حق مارچ ۱۹۶۹ء صفحہ ۲)

الفرقان - آج کے پادریوں کا زعم تو یہ ہے مگر حضرت مسیح نے قریباً دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :-

" ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں " (یوحنا $\frac{17}{3}$)

اب سوال یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو واحد و

موجۂ طوفان

(نتیجۂ فکر جناب نسیم سیفی ربوہ)

کون دیتا ہے دُہائی گردشِ ایّام کی
موت بھی جیتی ہے مالا زندگی کے نام کی

ہر گلی کوچے میں ہے دار و رسن کا انتظام
آپ نے لاریب یہ تو بات کی ہے کام کی

موجۂ طوفاں سے ہم لپٹے رہیں گے عمر بھر
کچھ تو ہو ساحل پہ رُسوائی دلِ ناکام کی

یہ تغیّر کی علامت ہے کہ اپنی عقلِ تام
رہی ہے آج گرویدہ جنُونِ خام کی

پھر مرے زخمِ جگر رِسنے کا موسم آ گیا
اِک جھلک سی ہے نگاہوں میں رُخِ گلفام کی

مجھ کو دیتے ہیں وہ الزامِ محبّت آپ ہی
آپ ہی تردید کر دیتے ہیں اس الزام کی

دِل تڑپتا ہے تڑپنے دو اسے وقتِ سحر
ہیں یہی دو چار گھڑیاں راحت و آرام کی

دین کی ہر بات ہے ان کے لئے بارِ گراں
جو قسم کھاتے ہیں اکثر مصطفےٰؐ کے نام کی

ہم تہی دستی پہ اپنی فخر کرتے ہیں نسیمؔ
شوق سے بازی لگا دیتے ہیں ننگ و نام کی

احمدیوں کے متعلق ہائی کورٹ مغربی پاکستان کا فیصلہ

مدیر چٹان کی تنقید پر ایک نظر

الفرقان کے شمارہ جنوری ۱۹۶۹ء میں "احمدیوں کے مسلمان ہونے کے بارے میں ہائی کورٹ مغربی پاکستان کا فیصلہ" کے عنوان سے ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ شائع کیا ہے جس میں چٹان کیس کے فیصلہ کی شق ۲۴ و ۲۵ متعلقہ جماعت احمدیہ کا ترجمہ بحوالہ المنبر ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء درج کیا ہے۔ ہائیکورٹ کے بنچ نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ:-

"درخواست دہندگان کے فاضل وکیل کا سارا زور اس دلیل پر تھا کہ احمدی اسلام کا ایک فرقہ نہیں اور ایسا کہنے کے اس حق کی ضمانت آئین دیتا ہے لیکن فاضل وکیل اس امر واقعہ کو نظر انداز کرتے ہیں کہ پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے احمدیوں کو بھی آئین کی طرف سے اس اعلان و دعویٰ کی وہی آزادی ہے کہ وہ اسلام کے دائرہ کے اندر ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ درخواست دہندگان اپنے لئے جس حق کا دعویٰ کرتے ہیں وہ دوسروں کے لئے اس سے انکار کیسے کر سکتے ہیں؟ یقیناً انہیں دہشت زدہ کر کے ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ درخواست دہندگان اور ان کے ہمخیال دوسرے لوگ احمدیوں کو یہ دعویٰ کرنے سے قانوناً کہاں تک روک سکتے ہیں کہ اسلام کے دوسرے فرقوں کے ساتھ اپنے اختلافات کے باوجود وہ اسلام کے اتنے ہی اچھے پیروکار ہیں جیسا کہ کوئی دوسرا شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔"

آگے چل کر ہائی کورٹ کے جج صاحبان رقمطراز ہیں:-

"درخواست دہندگان کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے دوران میں منیر انکوائری رپورٹ کے بعض حصوں کے حوالے دیئے ہیں جو ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے ہنگاموں پر ہے اور جن میں احمدیوں اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے درمیان عقائد کے اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض ایسے حادثات کا ذکر ہے جن میں بعض افراد جو اپنے آپ کو احمدی کہتے تھے کو مرتد کہا گیا اور بعض واقعات میں قتل کر دیا گیا۔ دو فیصلے بھی ریکارڈ میں رکھے گئے ہیں ان میں سے ایک فیصلہ سابق پنجاب کی ایک ماتحت عدالت کا اور دوسرا کسی وقت کی ریاست بہاولپور کا ہے۔ ان میں قرار دیا گیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ یہ مثالیں کس طرح متعلقہ ہو سکتی ہیں۔ فیصلے ماتحت عدالتوں کے ہیں اور وہ شہادتوں کے ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۳ کے تحت بھی متعلقہ نہیں ہیں۔"

اس سلسلہ میں فاضل جج صاحبان نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"جہاں تک احمدیوں کو "مرتد" قرار دینے اور "موت کے مستوجب" قرار دینے کی مثالوں کا تعلق ہے ہمیں یہ کہنے کی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ مذہبی تشدد کی المناک مثالیں ہیں اور اگر انسانی امور میں خوبی و نیکی باقی ہے تو انسانی ضمیر کو اس کے خلاف **لازماً بغاوت کرنا چاہیئے۔ یہ مثالیں سچی اسلامی اخلاقیات کے منافی ہیں۔"**

(المنیر ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء)

عدالتِ عالیہ مغربی پاکستان نے یہ فیصلہ اُس رِٹ (Writ) کے سلسلہ میں کیا تھا جو چٹان کیس میں داخل کی گئی تھی۔ اس فیصلہ میں جگہ بہ جگہ قرآن مجید کی آیات اور آئینِ پاکستان کے حوالے بھی درج کئے گئے ہیں۔ اس مقدمہ میں جماعت احمدیہ کی کوئی نمائندگی نہ تھی —— درخواست دہندگان نے پورا زور لگایا کہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیدیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے عدالتِ عالیہ کو بے لوث اور منصفانہ فیصلہ کرنے کی توفیق بخشی۔ وللہ الحمد اوّلاً و آخراً۔

مدیر چٹان نے اپنے ہفت روزہ مؤرخہ ۱/۱۴ مارچ ۶۹ء میں عدالتِ عالیہ کے اس فیصلہ پر اپنے نوٹ "غلط فیصلہ" کے زیرِ عنوان تنقید کی ہے۔ جناب شورش لکھتے ہیں:۔

"فاضل ججوں نے اس فیصلہ میں مرزائیوں کو مسلمان ہونے کا سارٹیفکیٹ عطا کیا ہے بیشمار لوگ استفسار کرتے ہیں کہ ہماری اس فیصلہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ ظاہر ہے کہ ہماری رائے اس فیصلہ کے خلاف ہے۔ مرزائی مسلمانوں کا حصہ ہی نہیں وہ بلاشبہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں اور ان کے ارتداد پر دو رائیں نہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک معاملہ جو بنیادی عقائد سے تعلق رکھتا ہے اور ساری دنیائے اسلام اس بارے میں متفق الرائے ہے پھر تمام علماء جو قرآن و سنت کے باب میں مستند سمجھے جاتے ہیں مرزائیوں کو اسلام سے خارج قرار دے چکے ہیں ہائی کورٹ کا بنچ علماء کے ایک متفقہ فتویٰ پر قلم پھیرنے کا مجاز کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ اس کے دائرہ فہم و نظر سے باہر ہے۔ افسوس ہے کہ اس بنچ نے مرزائیوں کو بالواسطہ مسلمان قرار دینے کا حوصلہ کیا۔" (چٹان ۱/۱۴ مارچ ۶۹ء)

ہمارے نزدیک شورش صاحب کو یہ اختیار ہرگز حاصل نہیں کہ وہ عدالتِ عالیہ کے "دائرہ فہم و نظر" کو متعین فرمائیں انہیں اپنے دائرہ فہم و نظر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ باقی رہا علماء کے فتویٰ کا سوال تو اس فتویٰ سے کونسا مسلمان محفوظ رہا ہے۔ کس ولی اللہ کو اس کے وقت کے علماء نے کافر قرار نہیں دیا؟ یہ لوگ تو بقول علامہ شبلیؒ کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر میں مصروف ہیں۔ اگر علماء کے فتووں پر مسلمان کافر قرار دیے جانے لگے تو نہ اہلحدیث مسلمان رہیں گے نہ شیعہ مسلمان قرار پائیں گے، نہ دیوبندی مسلمان ٹھہریں گے نہ بریلویوں کو مسلمان مانا جائے گا۔ کوئی فرقہ بھی مخالفین کے فتووں سے محفوظ نہیں ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ خدا ترس علماء میں صدہا علماء

ایسے ہیں جو احمدیوں کو اختلاف کے باوجود مسلمان قرار دیتے ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی وغیرہم کے فتاوی سب کو معلوم ہیں۔ خود علامہ اقبال نے بھی سیاست کی دلدل میں پھنسنے سے پہلے عام اعلان فرمایا تھا:-

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔"

(ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۱۸)

اندریں حالات از روئے انصاف شورش صاحب کو عدالتِ عالیہ کے فیصلہ کے "استرداد کا حق" قطعاً حاصل نہیں ہے اور نہ اسے پنج کے "حیطۂ اختیار" سے باہر ٹھہرانے کی اجازت ہے۔ علماء کے فتووں کا ایک نمونہ دار الافتاء جامعہ اشرفیہ کا مہر شدہ فتویٰ ہمارے سامنے ہے جسے جناب شورش کے ملاحظہ کے لئے درج کرتے ہیں:-

استفتاء

"ایک شخص مہدی موعود کے آنے کو جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ اور آسمان سے نزولِ مسیح علیہ السلام کے بارے میں جس پر تمام اہلسنت دلی یقین رکھتے ہیں لغو سمجھتا ہے۔ کیا ہم اس کو اہلسنت میں اور دائرہ راست پر سمجھ سکتے ہیں؟

جناب شورش کا بیان

"آسمان سے کوئی مسیحا نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی مہدی موعود قدم رنجہ فرمائیں گے۔"

(چٹان ۲ر جولائی ۱۹۶۲ء)

کیا ہم ایسے شخص کو اہل سنت میں سے سمجھ سکتے ہیں۔ ایک جید عالم اس درجہ خائف ہیں۔ جواب میں فرماتے ہیں جناب شورش کی طرف توجہ نہ ہی دی جائے تو بہتر ہے۔ ظاہر ہے کتنا غیر مناسب جواب ہے۔ اس لئے آپ سے رجوع کر رہا ہوں۔ امید ہے جلد جواب دیں گے۔

منور احمد ایم۔ ایس سی

بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور"

الجواب

"بسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً۔ اگر نام لینے کے بجائے زید و عمر کر کے سوال کرتے تو مسئلہ وہ (عالم) بھی لکھ دیتے

اور نام لینے سے جب تک اس کی تحقیق نہ ہو کہ واقعی اس شخص نے ایسا لکھا ہے یا نہیں جواب مناسب نہیں۔ لہذا جواب یوں ہے کہ جس نے بھی ایسا لکھا یا کہا ہو وہ اہلسنت والجماعت میں سے نہیں راہِ راست پر نہیں گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور یہ بھی احتیاط کر کے کہا گیا ہے اور دُور دراز کی تاویل کر کے۔ ورنہ فقہائے کرام نے تو اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو حدیث خبر واحد کی بھی توہین و استخفاف یا حقارت سے انکار کرے شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۳۔ وفی الخلاصة من ردّ حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتأخرون ان کان متواترا کفّر اقول ھذا ھو الصحیح الا اذا کان رد حدیث الاحاد من الاخبار علی وجہ الاستخفاف والاستحقار والانکار واللہ اعلم۔

کتبہ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ[1]

ہمارے نزدیک کسی شخص یا جماعت کے مومن و مسلمان ہونے کا اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے جو دلوں کو جاننے والا ہے۔ علماء اور عدالتیں علام الغیوب نہیں ہیں تاہم ظاہری حالات میں اگر کوئی عدالت فیصلہ کرتی ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ ملکی امن کے قیام کے لئے عدالتوں کا احترام ایک بنیادی مسئلہ ہے اور وہ احترام اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ عدالت کے فیصلہ کو —— اگر وہ نادرست ہو تو —— بالائی عدالت سے تبدیل کرایا جائے نہ کہ اخباروں کے صفحات پر اسے زیرِ تنقید لایا جائے اور اسے "غلط فیصلہ" قرار دیا جائے۔ یہ طریق **احترامِ عدالتِ عالیہ** کے صریح منافی ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ عدالت ہر مدعی کے دعوٰی کو درست قرار نہیں دے سکتی کیونکہ لوگ بیسیوں غلط دعوے کرتے رہتے ہیں۔ بالائی عدالتیں اسی لئے مقرر ہیں کہ اگر ماتحت عدالتیں غلطی کر جائیں تو اصلاح ہو سکے جب ایسا نہیں کرایا گیا تو عدالتِ عالیہ مغربی پاکستان کے کسی فیصلہ کو اخبار میں "غلط فیصلہ" لکھنا سراسر نامناسب اور صریح زیادتی ہے۔

ہم نے محض توجہ دلانے اور **عدالتِ عالیہ** کے احترام کے قیام کی خاطر یہ مقالہ تحریر کیا ہے ورنہ جہاں تک ہماری مظلوم جماعت کا سوال ہے اس کا مقدمہ تو آسمان پر دائر ہے۔ ہمارا رب ہی ہمارا حامی و ناصر ہے۔ نِعم المولٰی و نِعم النّصیر۔

---

[1] اصل قلمی فتویٰ جس پر دارالافتاء کی مُہر بھی ثبت ہے ہمارے پاس موجود ہے —— (الفرقان)

تدوینِ قرآن مجید

(جناب مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل بھارت)

یہ خبر گرم ہے کہ مستشرقین کی ایک جماعت قرآن مجید کا نسخہ "نزولی ترتیب" کے مطابق شائع کرنے والی ہے۔ یعنی آیاتِ قرآنیہ کا جس ترتیب سے نزول ہوا ہے یہ نسخہ اسی ترتیب سے شائع ہوگا۔

قرآن مجید کے یہ نسخے جو ہمارے پاس ہیں اُن کی آیات کی ترتیب "نزولی ترتیب" کے مطابق نہیں ہے۔ قرآن مجید دفعۃً نازل نہیں ہوا بلکہ کبھی کوئی آیت نازل ہوئی اور کبھی کوئی۔ وہ آیت جو سب سے پہلے نازل ہوئی سورۂ علق کی ابتدائی آیت ہے یعنی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ الآیہ۔ جبرئیل امین نے سب سے پہلے غارِ حرا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی آیت پڑھائی تھی۔ اس کے بعد سورۂ ن، سورہ مزمل اور سورۂ مدثر کا نزول ہوا۔ نزول کے اعتبار سے آخری سورۃ سورۂ توبہ ہے اور آخری آیت آیتِ ربٰوا یا آیت کلالہ۔ لہذا ترتیبِ نزول کے مطابق قرآن مجید کی پہلی سورۃ سورۂ ن اور پہلی آیت اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الآیہ ہونی چاہیئے۔ اور آخری سورۃ سورۂ توبہ اور آخری آیت آیتِ ربٰوا لیکن قرآن مجید کی موجودہ ترتیب جسے ہم "ترتیبِ قرأت" کہتے ہیں۔ اس کے مطابق نہیں ہے۔ سورۂ ن، مزمل اور مدثر انتیسویں پارے کی سورتیں ہیں۔ سورتوں کے نمبر کے اعتبار سے ان کے نمبر بالترتیب ۶۸، ۷۳، اور ۷۴ ہیں۔

اسی طرح آیت اِقْرَأْ جو باعتبارِ نزول قرآن مجید کی پہلی آیت ہے۔ ترتیبِ قرأت میں تیسویں پارے اور ۹۶ویں سورۃ کی ایک آیت ہے۔ قرآن مجید کی تعداد آیات کے لحاظ سے اس کا نمبر ۶۱۹۱ ہے۔

نزولی ترتیب اور اسلاف

سیرۃ صحابہ کرامؓ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی حتی الامکان اسبابِ نزول، مقاماتِ نزول اور تواریخِ نزول یاد رکھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لوگ اس علم پر فخر کیا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جنہیں تمام آیاتِ قرآنیہ کے اسبابِ نزول یاد تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ یہ دعویٰ کرتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے نزولی ترتیب کے مطابق قرآن مجید مرتب کیا تھا۔ ان روایات کی

تاریخی و اعتباری حیثیت جیسی بھی ہو ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ اسلاف ترتیبِ نزول کی قدر و قیمت سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ قرآن مجید کا ایک تاریخی سرمایہ تھا اور وہ اسے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر تمام آیات کے اسبابِ نزول معلوم ہوتے تو آج یہ سمجھنے میں بڑی مدد ملتی کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابِ کرامؓ کی کس طرح تعلیم و تربیت کی۔

بیروت کی مسیحی درسگاہ

مگر افسوس کہ ہمارے واسطے نہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی یادگار چھوڑی اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتّب کردہ نسخہ ہی محفوظ رہا۔ اس حالت میں اب کسی کے لئے تمام آیاتِ قرآنیہ کی "ترتیب نزولی" کا پتہ لگانا "جُوئے شیر" لانے کے مترادف ہے۔ یہ معلوم سے نامعلوم اور معروف سے مجہول کا پتہ لگانا ہے لیکن اس کے لئے جن ضروری وسائل کی ضرورت ہے وہ اسلامی روایات میں مفقود ہیں۔ صرف ایک جدید فنِ تنقید ہے جو ایسے ارادوں پر اُبھارتا ہے۔ اس بے مائگی و بے سروسامانی کے عالم میں یہ اعلان کہ بیروت کی تحقیقی درسگاہ ترتیبِ نزولی کے ساتھ قرآن مجید کا نسخہ شائع کرنے والی ہے یقیناً ایک سنسنی خیز اعلان ہے۔

اگرچہ یہ ایک خبر ہے جو وقفے وقفے سے آتی رہتی ہے اور اسلامیانِ عالم کو بے چین کرجاتی ہے۔ وہ مسلمان جو صحابہ کرامؓ اور دوسرے اسلاف کے دینی و علمی کارناموں سے واقف نہیں ان کے نزدیک یہ ایک ایسی تخریبی کوشش ہے جس کی پچھلے دور میں نظیر نہیں ملتی۔ ان کا خیال ہے کہ اگر یہ نسخہ شائع ہوگیا تو قرآن مجید کی "الہامی ترتیب" مجروح ہوجائے گی اس لئے ابھی سے اس نادیدہ قرآن مجید پر تبصرے شروع ہوگئے ہیں۔

حضرت علیؓ اور نزولی ترتیب

اس خبر سے مسلمانوں کو بے چین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بے چینی اس صورت میں لاحق ہوسکتی تھی جب مسلمان "ترتیب نزولی" سے انکار کرتے۔ وہ تو خود اس بات کے معترف ہیں کہ قرآن مجید کی "ترتیب نزولی" "ترتیب قرارت" سے مختلف ہے۔ مسلمانوں نے ایک دن بھی یہ حقیقت چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ اس علم پر فخر کیا کرتے تھے اور اس کو قرآن کی ایک تاریخی میراث قرار دیتے تھے۔ اس نیّت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیبِ نزول کے مطابق یہ صحیفہ مرتب کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ "ترتیب قراءت" کے مطابق تو سینکڑوں اصحاب کو قرآن مجید یاد ہے اور یہی اس کی اصلی اور الہامی ترتیب ہے لیکن نزولی ترتیب کے جاننے والے تھوڑے ہیں۔ انہیں خوف ہوا کہ قرآن مجید کا یہ تاریخی سرمایہ مفقود ہی نہ ہوجائے اس لئے انہوں نے وہ ترتیب بھی

یادداشت کے لئے مرتب کر دی تا ان کا یہ عمل صالح دورِ حاضر کے نقادانِ فن اور حرف گیرانِ حکمت کے خلاف ایک حجت کے طور پر یادرہے۔

افسوس کہ ان کا مرتب کردہ نسخہ ضائع ہو گیا ورنہ ہم خود مسیحیانِ بیروت کو یہ نسخہ پیش کرتے کہ وہ اسے دیکھ کر علم و تحقیق کی پیاس بجھالیں۔

جدید فنِ تنقید

یہ تحقیقی کارنامہ جواب مستشرقین یورپ "برلن اور پیرس" کی بجائے عالمِ عرب میں بیٹھ کر انجام دینا چاہتے ہیں۔ اگر یہ کلام اللہ کی ایک علمی خدمت ہے تو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور اگر اس کے پیچھے کوئی تخریبی ذہنیت کارفرما ہے تو اس ماحول میں جہاں تنقید کے نام پر دروغ بافی و افترا پردازی کی جاتی ہے ایک فکر انگیز مستقبل کی علامت ہے۔

مسیحی علماء نے آج تک اسلام پر جتنے اعتراضات کئے وہ معقولی و منقولی دونوں طریقوں سے رد کئے جا چکے ہیں اور حق یہ ہے کہ ان کی تمام محنت اکارت جا چکی ہے اس لئے اب وہ پرانے علم و فکر کی بے اثری دیکھ کر نیا حربہ بنا رہے ہیں۔ اگر ان کی نیت سالمیتِ قرآن کے خلاف و سوسہ اندازی ہے تو یہ تنقید کے جدید اصول پر حملہ ہوگا۔ اور وہ شاید خود کچھ نہ کہیں مگر ان کا مرتب کردہ نسخہ زبانِ حال سے یہ کہے گا کہ دیکھو قرآن کی نزولی ترتیب کچھ اور تھی لیکن ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے مل جل کر خود رائی سے ایک اور ترتیب دیدی لہذا یہ کلام ربانی نہیں بلکہ "بیاض عثمانی" ہے۔

اس جگہ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ محض روایات و آثار کی بنیاد پر تمام آیاتِ قرآنیہ کی نزولی ترتیب کا پتہ لگانا بہت مشکل کام ہے۔ ایسی آیات تھوڑی ہیں جن کے اسباب نزول بیان کئے گئے ہیں۔

داخلی و خارجی شہادات

لیکن مستشرقینِ یورپ "ترتیب نزول" کا پتہ لگانے کے لئے صرف روایات کی مدد نہیں لیتے بلکہ وہ فنِ تنقید کا جدید طریقہ اختیار کرتے ہیں اور "شانِ نزول" کے علاوہ قرآن مجید کی داخلی و خارجی شہادتوں سے بھی "نزولی ترتیب" پر استناد کرتے ہیں۔

داخلی شہادت

"داخلی شہادت" کی تعریف یہ ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کا عنوان و مضمون دیکھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ آیات کس عہد کی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً وہ آیات جن میں صبر، شکر اور درگزر کی تعلیم یا فروتنی و انکساری کی تلقین کی گئی ہے ان کے متعلق کہا جائیگا کہ وہ آیات مکی ہیں اور ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہیں اس لئے کہ مسلمان ہجرت سے پہلے اہل مکہ کے مظالم سہتے تھے اور ان سے انتقام لینے پر قادر نہ تھے لہذا وہ مجبوراً مکہ میں صبر و فروتنی کی زندگی گزارتے تھے۔ اس طرح وہ یہ استنباط کریں گے کہ یہ آیات "مکی" ہیں۔

اسی طرح وہ آیات جن میں قتال کی ترغیب اور "اقامتِ دین" کا حکم دیا گیا ہے وہ انہیں مدنی کہیں گے اس لئے کہ "مدینہ" آنے کے بعد مسلمانوں کو

قوت و شوکت حاصل ہوئی انہوں نے جہاد کئے اور دینِ اسلام کی بنیاد مستحکم کی۔ ان اصولِ تنقید کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اُن تمام آیات کو "مکی" قرار دینگے جن میں صبر و شکر کی تعلیم دی گئی ہے ایسی آیات اگر "مدنی" سورتوں میں ہوں گی تو وہ انہیں "مکی" سورتوں میں لکھیں گے۔

خارجی شہادت

"نزولی ترتیب" معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ "خارجی شہادت" ہوگا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی عبارت اور طرزِ ادا پر نظر ڈالی جائے یعنی یہ دیکھا جائے کہ قرآن کریم نے جو زبان استعمال کی ہے اور جو طریقۂ کلام اختیار کیا ہے وہ کہاں کا طریق اور کہاں کی زبان ہے۔

مکّہ اور مدینہ کی زبان میں فرق

یوں مکّہ اور مدینہ دونوں جگہوں کی مادری زبان عربی تھی مگر دونوں کی زبانوں میں فرق تھا جیسے ہندوستان میں دلّی، لکھنؤ اور دکن والے بولنے کو اُردو ہی بولتے تھے لیکن ہر جگہ کی زبان کی الگ الگ خصوصیات ہیں اور فصاحت و بلاغت کا معیار بھی کچھ الگ الگ سا ہے۔

اِسی طرح مکّہ اور مدینہ کے شعراء و خطباء کا الگ الگ اندازِ بیان تھا۔ اہلِ مکّہ عبارت آرائی پر بہت زور دیتے تھے اور بسا اوقات نثر میں بھی مسجّع و مقفّیٰ عبارتیں استعمال کرتے تھے۔ یوں کہیئے کہ وہ نثر میں شاعری کیا کرتے تھے مگر اہلِ مدینہ کی زبان میں سادگی، سلاست اور شگفتگی ہوتی تھی۔ اس لئے مستشرقینِ یورپ نے زبان دانی کی بنیاد پر یہ قاعدہ بنایا ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیات جن پر اہلِ مکّہ کے شعر و ادب کا اثر معلوم ہوگا اُن کو مکّی کہیں گے اور جن پر اہلِ مدینہ کی زبان کا اثر نظر آئے گا اُن کو وہ مدنی کہیں گے۔

اِس طرح جب وہ لوگ زبان دانی کے قاعدے پر قرآن مجید کی آیات کو پرکھیں گے تو اپنی عقل و فہم کے مطابق تمام آیاتِ قرآنیہ کی ترتیب بدل ڈالیں گے۔

غرض ان کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آیاتِ قرآنیہ کی موجودہ ترتیب بالکل بدل جائیگی اور قرآن مجید کا یہ ایڈیشن مروّجہ قرآن مجید سے بالکل مختلف ہوگا۔ آیات کی ترتیب نئی ہوگی اور منشاءِ نزول بھی کچھ سے کچھ ہو جائے گا۔

قرآن مجید کی سورتیں، آیات، کلمات اور حروف

اِس وقت جو قرآن مجید ہمارے پاس ہے اس کی ۱۱۴ سورتیں، ۴۲۱۴ آیات، ۷۶۹۳۴ کلمات اور ۳۲۳۶۷۱ حروف ہیں۔ (اتقان ص۱۱۲ مطبوعہ مصر طبع ثالث)

اِس تفصیل میں ذرا سا اختلاف بھی ہے۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ سورہ توبہ و انفال کو الگ الگ سورتیں نہیں مانتے یا سورہ فیل و قریش کو ایک ہی

سورۃ کہتے ہیں اُن کے نزدیک سورتوں کی تعداد ۱۱۳ ہے۔ اِس طرح تعداد میں معمولی سا اختلاف ہے مگر نفسِ سُوَر، آیات، کلمات اور حروف میں کوئی اختلاف نہیں۔

سُورتوں کی ترتیب

ہمارے نزدیک سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تعلیم فرمودہ ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُسی ترتیب سے تلاوت فرماتے تھے جس ترتیب سے قرآن مجید میں سورتیں موجود ہیں۔ اس کی طباعت اور قراءت ہمیشہ اسی ترتیب سے ہوتی آرہی ہے۔ البتہ بعض اوقات تعلیم یا حفظ کی سہولت کی خاطر بعض سورتیں یکجائی طور پر نئی ترتیب سے بھی چھپتی ہیں جیسے مسلمانوں میں "پنج سورۃ" کا رواج ہے یا بچوں کی تعلیمی سہولت کے لئے تیسواں پارہ بالکل اُلٹی ترتیب کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ ایسی اشاعتوں کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ عوام یا بچوں کو تلاوت و تعلیم میں سہولت حاصل ہو۔

البتہ بعض صحابہ کرامؓ کے متعلق آتا ہے کہ ان کے نسخہ قرآن میں بعض سورتوں کی ترتیب موجودہ ترتیب سے مختلف تھی جیسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نسخے میں "بقرۃ" کے بعد "آل عمران" کی بجائے سورۃ "نساء" تھی۔ (اتقان)

مگر ان مستثنیات کو چھوڑ کر تمام اُمت کا جس بات پر اجماع ہوا وہ یہ ہے کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب ہی الہامی ہے۔

تعجب اس پر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حنفی مذہبِ فکر کے بانی سمجھے جاتے ہیں، یہ کوفہ میں رہتے تھے جہاں ان کے بعد حضرت امام ابوحنیفہؒ فقہ کا درس دیا کرتے تھے اور عموماً فقہی مسائل میں حضرت ابن مسعودؓ ہی کا تتبع کیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود آج تک کسی حنفی پریس یا درسگاہ نے قرآن مجید کا کوئی ایسا نسخہ شائع نہیں کیا جس میں سورۃ بقرہ کے بعد آلِ عمران کی بجائے سورۃ نساء ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیفۂ ابن مسعودؓ میں سورتوں کو ترتیب دیتے وقت کوئی تسامح ہو گیا تھا جیسے آجکل کتابوں کے اوراق سیتے یا جلد باندھتے وقت اوراق اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ صحیفۂ ابن مسعودؓ کی ترتیب کے وقت بھی کچھ اسی قسم کی بھول چوک ہو گئی ہو گی، اسی لئے سلسلۂ احناف میں بھی صحیفۂ ابن مسعودؓ کی ترتیب قابلِ اعتنا نہیں سمجھی گئی۔ "تاریخ جمع قرآن" میں "صحیفۂ ابن مسعودؓ" کا ذکر جو آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نیک دل مصنفوں نے تاریخ اسلامی کے کسی گوشے کو چھپانا نہیں چاہا۔ ان کی نیت نیک تھی۔ اگر اُن کے دل میں کچھ کھوٹ ہوتی تو وہ اپنی کتابیں ایسے اذکار سے خالی رکھ سکتے تھے۔

ان کی اس صاف گوئی و حق بیانی کا فائدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب بالکل محفوظ ہو گئی ہے اور کوئی مسیحی مستشرق یا کوئی دوسرا معاند مسلمانوں کے ایمان میں خلل نہیں

ڈال سکتا۔ بالفرض اگر آج کہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کا وہ صحیفہ مل جائے تو کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے کوئی ایسی چیز دریافت کرلی ہے جسے مسلمان چھپاتے پھرتے تھے۔ اس لئے کہ ہم تو خود کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے پاس قرآن مجید کا ایسا نسخہ بھی تھا۔ اگر کوئی اسے دریافت کرلے گا تو ہم اس کا شکریہ ادا کریں گے۔

سورتوں کی ترتیب

قرآن مجید کی سورتوں کی موجودہ ترتیب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترتیب کی بدولت اُن کے مضامین میں تنوّع کے ساتھ نہایت معرفت افزا ربطِ مسلسل پیدا ہوگیا ہے۔

اچھی اچھی علمی، ادبی اور مذہبی تصانیف جو منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں ان میں عموماً یہ نقص ہوتا ہے کہ ان کے مضامین کی یکسانیت، دقیق علمی ساخت، خشک پند و نصیحت یا اسی قسم کی اور بعض وجوہ کی بنا پر مطالعہ کرنے والے کی دلچسپی آخر تک برقرار نہیں رہتی لیکن قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے وقت انسانی میلانات و نفسیات کے لئے دلچسپی و آسودگی کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس میں پند و نصیحت، قصص و امثال اور احکام و مسائل کے موتی اس طرح پروئے گئے ہیں کہ ہر دانہ دیکھنے کے بعد آنکھیں دوسرے دانے کی طرف اُٹھتی ہیں۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں قرآن مجید ختم ہو جاتا ہے اور ہم یہ کہتے ہوئے اُٹھتے ہیں کہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

قرآنی سورتوں کی مضامین کے اعتبار سے تقسیم

قرآنی سورتوں کی مضامین کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان سورتوں کی ہے جن میں محض بشارات و انذار، قصص و امثال اور آنیوالے واقعات کی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ دوسری قسم ان سورتوں کی ہے جن میں مذکورہ امور کے علاوہ فقہی مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں خواہ وہ تہذیبِ اخلاق سے متعلق ہوں یا تدبیرِ منزل و سیاستِ مدنی سے۔

عموماً وہ سورتیں جو "مدنی" کہلاتی ہیں دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہیں یعنی ان میں فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور "مکّی" سورتیں پہلی قسم سے یعنی وہ فقہی احکام سے خالی ہیں۔

"مکّی" سورتوں کے مقابل "مدنی" سورتوں کی تعداد بہت کم ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے صرف چھبّیس "مدنی" ہیں، باقی اٹھاسی سورتیں "مکّی" ہیں۔

پھر آیات و کلمات کے اعتبار سے اکثر بڑی بڑی سورتیں "مدنی" ہیں اور ان میں سے مندرجہ ذیل سورتوں میں فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں۔
بقرہ۔ نساء۔ مائدہ۔ انفال۔ توبہ۔

حج ۔ نور ۔ احزاب ۔ محمدؐ ۔ حجرات ۔
حشر ۔ ممتحنہ ۔ جمعہ ۔ منافقون ۔ طلاق ۔
تحریم ۔

اب ہم ان سورتوں کے محلِ وقوع پر غور کرتے ہیں تو ہمیں قرآن مجید میں مدنی سورتوں کے دس حلقے نظر آتے ہیں :-

پہلا حلقہ ۔ بقرہ، آلِ عمران، نساء اور مائدہ کا۔
دوسرا حلقہ ۔ انفال اور توبہ کا ۔
تیسرا حلقہ ۔ سورۂ رعد کا
چوتھا حلقہ ۔ حج اور نور کا ۔
پانچواں حلقہ ۔ سورۂ احزاب کا ۔
چھٹا حلقہ ۔ محمدؐ، فتح اور حجرات کا ۔
ساتواں حلقہ ۔ سورۂ رحمٰن، واقعہ، حدید، مجادلہ، حشر، ممتحنہ، صف، جمعہ، منافقون، تغابن، طلاق اور تحریم کا ۔
آٹھواں حلقہ ۔ سورۂ دہر کا ۔
نواں حلقہ ۔ بیّنہ و زلزال کا ۔
دسواں حلقہ ۔ سورۂ نصر کا ۔

اب ذرا ان فقہی احکام کا تجزیہ کیجئے جو ان حلقوں میں بیان کئے گئے ہیں ۔

پہلا حلقہ | پہلے حلقے کی سورتوں میں جو فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) نماز، روزہ اور حج کے احکام ۔ (۲) اہلی زندگی کے احکام جیسے نکاح، طلاق، خلع، مہر، رضاعت، تعددِ ازدواج اور محرماتِ نکاح کا ذکر ۔ (۳) خاندانی زندگی کے احکام ۔ جیسے وراثت، وصیت، کلالہ ۔ (۴) احکامِ خورد و نوش ۔ جیسے مردار جانور، دم مسفوح اور لحم خنزیر کی حرمت ان جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت جنہیں ایامِ جاہلیت میں قابلِ تعظیم سمجھ کر ناقابلِ ذبح سمجھا جاتا تھا ۔ (۵) شراب و جوا کی حرمت ۔ (۶) قوانینِ قصاص و دیت، قتلِ عمد و خطار کے احکام ۔ (۷) اذنِ قتال (دفاع) ۔

ان احکام کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثریت ان احکام کی ہے جن کا تعلق "مسلم پرسنل لاء" سے ہے ۔ صرف چند احکام ایسے ہیں جن کا تعلق عام شہری زندگی اور ملک کی سالمیت سے ہے ۔ یعنی قصاص، دیت، ڈاکو اور چور کی سزا اور اذنِ قتال و دفاع ۔

اس حلقے میں "آلِ عمران" ایک ایسی سورۃ ہے جو فقہی احکام سے خالی ہے ۔ البتہ اس میں آدابِ طعام میں یہ کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے غیر ضروری پابندیاں اختیار کر لی ہیں ۔ اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان میں ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کی ایک جماعت ہونی چاہیئے ۔

دوسرا حلقہ | مدنی سورتوں کا دوسرا حلقہ سورۂ انفال و توبہ کا حلقہ ہے ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلم جوانوں

کو دفاع پر اُبھارا ہے۔ اُن کے نفس کی ایسے رنگ میں تربیت کی ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں ایک پُراعتماد مردِ مومن کی طرح اُتریں۔

اِن دونوں سورتوں میں خدا کا جلالی نمایاں ہے۔ وہ منافقوں اور مشرکوں پر غضبناک نظر آتا ہے۔

وہ معاہدہ جو مشرک قبائل سے کیا گیا تھا اس کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ چار ماہ کے بعد اس میں توسیع نہیں ہو گی۔

اِن دونوں سورتوں کے ذریعہ اسلام نے بیت اللہ اور سرزمینِ عرب پر اپنے اقتدارِ اعلیٰ کا اعلان کر دیا۔

اِن باتوں کے علاوہ ان دونوں سورتوں میں، مالِ غنیمت اور جنگی قیدیوں کے متعلق بھی احکام بیان کئے گئے ہیں۔

تیسرا حلقہ مدنی سورتوں کا تیسرا حلقہ سورۃ رعد کا حلقہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانی مشاہدات و تجربات کے ذریعہ بندوں سے اپنا تعارف کرایا ہے۔ آسمان، زمین، باغات، کھیتی، بادل، بجلی اور گرج چمک کو اپنے وجود کی شہادت پر پیش کیا ہے۔ پھر مدینہ کے مسلمانوں کی اسی رنگ میں تربیت کی ہے جیسے مکہ کے مسلمانوں کی کی تھی۔

چوتھا حلقہ چوتھا حلقہ مدنی سورتوں کا سورۃ حج و سورۃ نور کا حلقہ ہے —— سورۃ حج میں منجملہ اور باتوں کے مسجد حرام کی عظمت اور اعلانِ حج کا حکم ہے۔ یعنی سال میں مرکزِ اسلام میں ایک مرتبہ ایک اسلامی عالمی اجتماع بلانے کا حکم دیا گیا ہے جس میں مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد نفع بخش قومی امور پر بھی غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے جیسے تعلیمی، معاشی اور سیاسی مسائل خصوصاً اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ کہہ کر یہ کہا گیا ہے کہ اسلامی نظامِ حکومت ایسا ہونا چاہیئے جس میں محتاجوں اور فقیروں کے لئے بھی غذا، لباس، گھر اور بیوی کی ضمانت دی گئی ہو۔

شرک کی گندگی اور قولِ زُور سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔ پھر فلسفۂ قربانی بیان کیا گیا ہے۔

لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الآیہ کہہ کر قومی و مذہبی جنگوں کے فائدہ بخش پہلو کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ الآیہ کہہ کر اسلامی حکومت کا نصب العین سُنایا گیا ہے۔

اِس حلقے کی دوسری سورۃ "نور" میں ان حدود و تعزیرات کا بیان ہے جن کا نفاذ اسلامی حکومت پر فرض ہے اور جس کے بغیر کوئی معاشرہ خوشگوار نہیں رہ سکتا۔ جیسے حدِ زنا، حدِ قذف، دوسرے کے گھر میں آمد و رفت کے آداب، غضِ بصر، حُکمِ حجاب، محرم اشخاص کی تعیین، نکاحِ یتامیٰ و کنیز کی تاکید، غلاموں اور باندیوں سے حکمِ مکاتبت، اوقاتِ خلوت میں غلاموں اور نابالغوں کے لئے حکمِ استیذان۔

اس سورۃ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اسلام کے نزدیک اہلی زندگی میں سکون و اطمینان
کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حق یہ ہے کہ جس کی اہلی
زندگی سکون بخش نہیں وہ قوم کی رہنمائی کر کے سکون
نہیں پا سکتا۔ قومی خدمت کے سلسلے میں ذہنی سکون برباد
ہوتا ہے اس لئے جو خانہ خراب ہوگا وہ گھر کا ہوگا
نہ گھاٹ کا۔ اسی لئے اسلام ان مفاسد کا سدِ باب
کرنا چاہتا ہے جن سے اہلی زندگی کے سکون میں
خلل پیدا ہوتا ہے جیسے مرد و عورت کی بدکاری،
افترا پردازی، بے پردگی، دوسروں کے خلوت کدے
میں آزادانہ آمد و رفت۔ اس سورۃ میں خصوصیت
کے ساتھ ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ
باور کرایا گیا ہے کہ محض اسلامی حکومت کا ڈھانچہ
قائم کر دینا کافی نہیں بلکہ اس میں اسلامی روح کا ہونا
بھی ضروری ہے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے
ایک عظیم وعدہ بھی کیا ہے اور وہ "وعدہ استخلاف"
ہے جو دنیا میں نیک معاشرہ قائم کرنے کے لئے
خدا کی طرف سے وفا ہوتا رہے گا۔

پانچواں حلقہ

مدنی سورتوں کا پانچواں حلقہ "سورہ احزاب" ہے ——
اس میں پہلے تو ظہار اور تبنّی کے احکام بیان
کئے گئے ہیں۔ یعنی یہ کہ زبانی کہہ دینے سے بیوی
ماں اور لے پالک حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ پھر
ازواج مطہرات کا منصب بتایا گیا ہے اور انہیں
امہات المومنین کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس کے
بعد میثاق النبیین اور جنگِ احزاب کا ذکر ہے
پھر امہات المومنین کو نصیحت کی گئی ہے اور انہیں
مخاطب کر کے تمام مومنہ عورتوں کو نصیحت کی گئی
ہے کہ وہ گھر میں عزت و آبرو کے ساتھ رہا کریں اور
احکام شریعت کی پابند رہیں۔ آگے حضرت زینب
رضی اللہ عنہا سے آپؐ کے نکاح کا ذکر ہے جس کے
ذریعہ متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کی اجازت دی گئی
اور ایامِ جاہلیت کی پابندی کو غلط قرار دیا گیا۔

پھر طلاق، مساس اور عدت کا بیان ہے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل اور ان عورتوں
کا ذکر ہے جو آپؐ کے لئے حلال تھیں۔ پھر آپؐ کی
ازواج کی حد بندی کا۔ اس کے بعد آداب دعوت
بتائے گئے ہیں۔ پھر یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ازواج سے آپؐ کے بعد امت کا کوئی فرد
شادی نہیں کر سکتا۔ آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جن
سے عورتوں کو پردے کی ضرورت نہیں۔ پھر ازواج
مطہرات سے کہا گیا ہے کہ وہ شرعی پردے کی
پابندی کریں۔

چھٹا حلقہ

مدنی سورتوں کا چھٹا حلقہ سورۂ محمدؐ، سورۂ فتح اور سورۂ حجرات
کا حلقہ ہے۔

سورۂ محمدؐ میں وہ اہم فقہی حکم بیان کیا گیا
ہے جس کے بعد کسی انسان کو غلام بنانے کا شرعی
جواز باقی نہیں رہتا اور وہ جنگی قیدیوں کے

متعلق قرآن کا یہ حکم ہے کہ اسے بہرصورت رہا کردو احسان کرکے یا فدیہ دیکر۔

اِس حلقے کی دوسری سورۃ فتح ہے۔ اس میں اس "فتح مبین" کا ذکر ہے جو بیعتِ رضوان اور "صلح حدیبیہ" کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی تھی۔ جو مدنی زندگی کا وہ اہم واقعہ ہے جس کے بعد اسلامی تاریخ میں فتح و کامرانی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس میں منافقوں کے لئے تہدید بھی ہے اور یہ پیشگوئی بھی کہ ان کو عنقریب ایک طاقتور قوم کے ساتھ جنگ و پیکار کی دعوت دی جائیگی۔ یعنی رومیوں اور ایرانیوں کے ساتھ۔ جس کے بعد اسلامی اقتدار ملک عرب کے علاوہ ایران، روم اور مصر پر بھی قائم ہو جائے گا۔

اِس حلقے کی تیسری سورۃ حجرات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لئے چند تعلیمات کی تلقین کی ہے، مثلاً یہ کہ بڑوں کے سامنے ادب اور نرمی سے باتیں کیا کرو۔ فاسقوں کی خبروں پر جلد اعتبار مت کر لیا کرو اور آپس میں ایک دوسرے سے تمسخر و استہزاء مت کیا کرو اور بُرے القاب کے ذریعہ جھگڑے مت پیدا کیا کرو۔ ظن، تجسس اور غیبت سے اجتناب کرو۔ جماعتی اور قبائلی مفاخرت پر مت جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ کے نزدیک وہی زیادہ قابلِ عزت ہے جو زیادہ متقی ہے۔

ساتواں حلقہ

مدنی سورتوں کا ساتواں حلقہ سورۃ رحمٰن، حدید، مجادلہ، حشر، ممتحنہ، صف، جمعہ، منافقون، تغابن، طلاق اور تحریم ہے۔

اِس حلقے میں سورۃ رحمٰن اور بعد کی دس سورتوں کے درمیان صرف ایک سورۃ واقعہ مکی ہے۔

اِن گیارہ سورتوں میں سے پانچ سورتوں کی ابتدا ایک ہی قسم کی آیات سے ہوئی ہے یعنی سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یا يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے۔ اِن سورتوں میں جو مضامین بیان کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:۔

سورۃ الرحمٰن میں چند صفاتِ الٰہیہ کے بعد ایک ایسے دَور کا ذکر کیا گیا ہے جب بحری سفر کا عروج ہوگا اور بہت سے مذاہب اور ازم ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے لیکن خدائے ذوالجلال والاکرام کی ذات کے علاوہ اور کسی کا نام باقی نہیں رہے گا۔ آگے جوہری توانائی کی دریافت کی خبر ہے۔ اور ایک ایسے دَور کا ذکر ہے جب جنّ و انس زمین و آسمان کی سرحدوں کو عبور کرنے کی کوششوں میں لگ جائیں گے اور ایسی عالمی جنگیں ہونگی جن میں خوفناک بموں کا استعمال ہوگا۔ پھر خدا سے ڈرنے والوں کو جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔

سورۃ حدید۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک

یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

پھر فتح مکہ سے قبل اور اس کے بعد راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کے درمیان فرقِ مراتب کا ذکر ہے۔ اموال و اولاد کے متعلق اسلامی نظریہ کی وضاحت ہے۔ مسئلہ تقدیر کا بیان ہے۔ حضرت نوحؑ و ابراہیمؑ کی ذرّیت میں نبوت و کتاب کے ہونے کا ذکر ہے۔ پھر عیسائیت کی خود ساختہ بدعت "رہبانیت" کا بیان ہے۔

سورۃ مجادلہ۔ اس سورۃ میں دو فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں یعنی "ظہار" اور "کفارۂ ظہار" کے احکام۔ پھر نجویٰ یعنی سرگوشیوں سے اجتناب کی تلقین ہے۔

سورۃ حشر۔ اس میں قبائلِ یہود کی جلاوطنی کا ذکر اور مالِ غنیمت کے مصارف کی تعیین ہے۔ منافقوں کی سرگرمیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اخیر میں "اسماءِ حسنیٰ" کا بیان ہے۔

سورۃ ممتحنہ۔ اس میں ایسے افراد یا اقوام کو اپنا ولی و حاکم بنانے کی ممانعت ہے جو اسلام یا مسلمانوں کی دشمن ہوں۔

مہاجر عورتوں کا امتحان لینے کا حکم ہے۔ مہاجر مومنہ سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے اور مومن عورتوں کی شرائطِ بیعت کا ذکر ہے۔

سورۃ صف۔ اس میں مومنوں کو حکم ہے کہ وہ قول و فعل میں یکسانیت پیدا کریں اور حضرت عیسیٰؑ کی زبانی احمدؐ رسول کے ظہور کی بشارت و پیشگوئی سُنائی گئی ہے۔

سورۃ جمعہ۔ اس میں نمازِ جمعہ اور خطبۂ جمعہ کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ وَتَرَكُوكَ قَائِمًا سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر دینا چاہیئے۔

سورۃ منافقون۔ اس میں منافقینِ مدینہ کی سرگرمیوں پر تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے۔

سورۃ تغابن۔ اس میں اُممِ ماضیہ کی تباہی کے اسباب کا ذکر کیا گیا ہے وغیرذالک۔

سورۃ طلاق۔ اس میں مندرجہ ذیل فقہی احکام ہیں:۔

عورت کو ایامِ عدت میں طلاق دی جائے۔

انہیں گھر سے نہ نکالا جائے۔ سوائے اس کے کہ وہ فاحشہ کا ارتکاب کریں۔

طلاق یا رجوع کی صورت میں یہ حکم دیا کہ جو بھی ہو حُسن و خوبی کے ساتھ ہو۔

سِن یاس کو پہنچنے والی عورت یا وہ عورت جس کا حیض رُک گیا ہو اور حاملہ عورتوں کی مدتِ عدت کا ذکر ہے۔

عورتوں کے لئے سُکنیٰ یعنی رہائشی مکان، حاملہ کے لئے نان و نفقہ اور رضاعت کی اُجرت دینے کا حکم ہے۔

سورۃ تحریم۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلی زندگی کا ایک پہلو بیان کیا گیا ہے۔

ازواج مطہرات کو نصیحت کی گئی ہے۔ کافروں کی حضرت نوحؑ و لوطؑ کی بیویوں سے اور مومنوں کی زوجۂ فرعون اور حضرت مریم بنت عمران سے تمثیل دی گئی ہے۔

آٹھواں حلقہ مدنی سورتوں کا آٹھواں حلقہ سورۃ الدھر ہے۔ اس میں منجملہ اور باتوں کے اسلامی حکومت کا یہ فریضہ بتایا گیا ہے کہ اس میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کے لئے خوراک کا بند و بست ہونا چاہیئے۔

نواں حلقہ مدنی سورتوں کا نواں حلقہ سورۃ البیّنۃ اور الزلزال کا حلقہ ہے۔

البیّنۃ میں قرآن کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک قائم رہنے والی اور ناقابلِ نسخ کتاب ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ تمام اہلِ کتاب کو نماز و روزہ کا حکم دیا گیا تھا۔

الزلزال۔ اس میں ایک ہلاکت خیز زلزلہ کی پیشگوئی کی گئی ہے جو ایٹمی جنگوں کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔

دسواں حلقہ مدنی سورتوں کا دسواں حلقہ سورہ النصر ہے۔ اس میں اللہ کی فتح و نصرت، دینِ اسلام کی قبولیتِ عامہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔

مدنی سورتوں کی خصوصیات اب اگر ان مدنی سورتوں کے مضامین پر مجموعی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سورتوں میں زندگی کے تینوں شعبوں پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی اخلاقِ فاضلہ کی نگارشات بھی ان سورتوں میں ہیں۔ اور عائلی و مدنی قوانین کی تشریحات بھی۔

اخلاقِ فاضلہ یا تہذیبِ نفس کے موضوع پر صبر، ایثار، عدل و احسان، امر بالمعروف، غریبوں اور بھوکوں کی خبر گیری، بیوی، اولاد، والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک وغیرہ کی تعلیم ان سورتوں میں موجود ہے۔

اسی طرح عائلی زندگی میں نکاح، طلاق، خلع، مہر، رضاعت، وراثت وغیرہ کے تمام ضروری احکام بیان کر دیئے گئے ہیں اور مدنی زندگی میں ان حدود و تعزیرات کے اجراء کا حکم دیا گیا ہے جن کے بغیر شہر کا نظم و نسق برقرار نہیں رہ سکتا اور شہریوں کو آئین کے دیئے ہوئے تحفظات پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ جیسے حدِ زنا، حدِ قذف، حدِ سارق، قصاص، دیت۔ پھر والجروح قصاص کہہ کر چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کو بھی قابلِ مواخذہ قرار دیا گیا ہے۔

شراب اور جُوا کو حرام کر دیا گیا ہے جن کے باعث معاشرہ تہ و بالا ہو جاتا ہے۔

غذا کے متعلق واضح احکام بھی انہی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

دین اور ملک کی سالمیت کے لئے دفاع کا حکم بھی انہی سورتوں میں پایا جاتا ہے

پھر ان سورتوں میں جنگی قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دے کر انسانی معاشرہ کو داغ غلامی سے پاک و صاف کر دیا گیا ہے۔

غرض اسلام قبول کرنے کے بعد انسان پر تہذیب نفس، عائلی زندگی اور شہری و ملکی حقوق کی ادائیگی کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کی تمام ضروری دفعات ان سورتوں میں موجود ہیں۔

مکّی سورتوں کی خصوصیات

اس کے مقابل مکّی سورتوں میں زیادہ زور عقائد و ایمانیات کی اصلاح و درستی پر دیا گیا ہے اور یہ تعلیم دلنشیں کرانے کیلئے پیغمبروں کے حالات زندگی زیادہ تر مکّی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ و نوحؑ کہ ان دونوں کی حیات طیبہ کے منتخب واقعات جابجا مکّی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

البتہ قصص انبیاء کے اعتبار سے مدنی سورتوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات زیادہ بسط و تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں جن سے مسیحیت کے بنیادی عقائد جیسے تثلیث، کفارہ اور صلیب کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ یہ عقائد ان مدنی سورتوں کے تیر سے کچھ ایسے زخمی ہوئے ہیں کہ اہل تثلیث کے کسی شفاخانے میں ان کا مداوا نہیں۔ مسئلہ فیضان نبوت، ختم نبوت اور وفات مسیح کی توضیح بھی انہی سورتوں میں ملتی ہے۔

غرض مدنی سورتوں کی حیثیت ایک ایسے منشور و دستور کی ہے جو جماعت کی تشکیل کے بعد ایک خاص نظام تمدن قائم کرنے کے لئے مرتب کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک جامع و مانع منشور و دستور کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ ظہور اسلام کی غرض وغایت ان سورتوں کے نزول سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ان کے مقابل مکّی سورتوں کی حیثیت اس نور کے ہالے کی طرح ہے جس نے مدنی سورتوں کو حلقۂ نورانی میں گھیر رکھا ہے اور جگہ جگہ نور علیٰ نور کا سماں نظر آتا ہے۔

میں نے مکّی اور مدنی سورتوں کی جو خصوصیات ذکر کی ہیں تدوین قرآن کے موضوع پر غور و فکر کرتے وقت انہیں مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

سورتوں کی ترتیب

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی یعنی الہامی نہیں وہ اٹکل سے کہا کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے سورتوں کی ترتیب کے وقت کوئی خاص حکمت ملحوظ نہیں رکھی بلکہ جو سورتیں بڑی تھیں وہ پہلے لکھ دی گئیں اور جو چھوٹی تھیں وہ بعد میں لکھی گئیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ ہر اعتبار سے درست نہیں۔ تعداد آیات کے لحاظ سے سب سے بڑی سورۃ بقرہ ہے۔ اس کے بعد سورۂ شعراء۔ سورۂ بقرہ کی ۲۸۶ آیات ہیں اور شعراء کی ۲۲۷ آیات۔ اگر سورتوں کی ترتیب آیات کی کمی و بیشی کی بنیاد پر ہوتی تو ترتیب قرأت میں بقرہ کے بعد شعراء ہوتی۔ حالانکہ سورتوں کی تعداد کے اعتبار سے سورۂ شعراء کا نمبر چھبیسواں ہے۔ اور

اگر سورتوں کی لمبائی کلمات کی کمی و زیادتی کے اعتبار سے دیکھی جائے تو سورۂ بقرہ کے بعد سب سے بڑی سورۃ سورۂ نساء ہوتی ہے۔ اس کے بعد سورۂ اعراف، پھر سورۂ انعام۔

اس سے ظاہر ہے کہ "تدوینِ قرآن" کے وقت سورتوں کے چھوٹے بڑے سائز کا قطعاً خیال نہیں رکھا گیا تھا بلکہ یہ ایک توقیفی مسئلہ تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس ترتیب سے قرآن مجید کی قراءت بتائی گئی آپ اسی ترتیب سے پڑھتے اور صحابہ کرامؓ کو پڑھاتے اور حفظ کراتے۔ اور جب صحابہ کرامؓ کے سامنے کتابی صورت میں قرآن کریم کے جمع کرنے کا سوال آیا تو انہوں نے سورتوں کے سائز کا خیال کئے بغیر اسی ترتیب سے جمع کیا جس ترتیب سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا۔ اسی کو ہم "توقیفی یا الہامی" ترتیب کہتے ہیں۔ اور جو شخص مکی و مدنی سورتوں کے مضامین کی فلاسفی پر غور کرے گا اس پر یہ حقیقت نہایت آسانی سے واضح ہو جائے گی۔

مکّی سورتوں کے مضامین

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مکی سورتوں کے مضامین پر بھی روشنی ڈال دی جائے۔

مکی زندگی مظلومی و بے چارگی کی زندگی تھی اسلئے اس دَور میں "جمہوریہ اسلامی" کے آئین کی توضیح ضروری نہیں سمجھی گئی۔ اس دَور میں عقائد و ایمانیات پر زور دینے کی ضرورت اور فکر و خیال کو شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی حاجت تھی۔ یہ مقصد مکی سورتوں کے ذریعہ حاصل کیا گیا۔

مکی سورتوں میں الوہیت، وحدانیت اور رسالت کے مضامین کی بندش بہت بلیغ پیرائے دلنشیں اسلوب اور زوردار الفاظ میں کی گئی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے۔ مکہ میں براہ راست جس نظام فکر سے اسلام کا تصادم ہوا وہ مشرکانہ نظام فکر تھا اسلئے وہاں عائلی قوانین اور حدود تعزیرات کی بجائے شرک کی بیخ کنی اور توحید کی تاسیس پر زور دینے کی ضرورت تھی چنانچہ مکی سورتوں میں بار بار یہ مضامین عنوان بدل بدل کے بیان کئے گئے ہیں۔ پھر انبیاء کے قصص اور اُمم ماضیہ کے واقعات سُنا سُنا کر ان مضامین میں اور جان ڈال دی گئی ہے۔

پیشگوئیاں

مکی زندگی میں یہ بات بھی واضح کرنے کی ضرورت تھی کہ قرآن مجید جو اسلامی تحریک چلا رہا ہے۔ خدا سے اس کی کامیابی پر کتنا یقین ہے اسی لئے مکی سورتوں میں نہایت تحدی اور وثوق کے ساتھ اسلام کی حیرت انگیز کامیابی کی بار بار پیشگوئی کی گئی ہے اور اس کے شاندار مستقبل کے تمام زاویوں پر کبھی تمثیلی، کبھی واقعاتی اور کبھی وجدانی رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ جس طرح

رات کی تاریکی میں آہستہ آہستہ "صبح صادق" طلوع ہوتی ہے اسی طرح اس اندھیرے ماحول میں آفتاب اسلام کی کرنیں دھیرے دھیرے منتشر ہوں گی۔ حتیٰ کہ اس کی روشنی تمام روشنیوں پر غالب آجائے گی۔ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ۔

اسی طرح مشرکانہ تہذیب کے باعث مکّہ اور اس کے اردگرد کے معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں انہیں مٹانے کے لئے مکی سورتوں میں اعلیٰ درجے کی اخلاقی تعلیم بھی دی گئی۔ جیسے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ الآیۃ۔

لیکن جہاں تک جمہوریہ اسلامیہ کے منشور و دستور کی ترتیب کا سوال ہے اس کا جواب مدنی سورتوں کے ذریعہ دیا گیا۔

مدنی اور مکی سورتوں کی الہامی ترتیب کے ذریعہ یہ نکتہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ جمہوریہ اسلامیہ کا تصور مشرکانہ اور لادینی تصورات سے مختلف ہے۔ اس میں خدا کی حاکمیت و مالکیت اور سلسلۂ رسالت و نبوت کے تصور کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

ایک مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوا جب مکی سورتوں سے مدنی سورتوں کی طرف اور مدنی سورتوں سے مکی سورتوں کی طرف آتا ہے تو وہ اخلاق و آئین کی جس گھاٹی پر سے بھی گزرتا ہے اس کا دل خدا کی حاکمیت و مالکیت کے تصور سے لبریز ہوتا ہے۔ اگر قرآن مجید کی تمام مدنی سورتیں ایک جگہ ہوتیں اور آئینی دفعات بھی ایک ہی جگہ ایک ترتیب سے ہوتیں تو یہ مقصد حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ آج اس میں عقائد و احکام، قصص و امثال اور اخلاق و نصائح کا جو حسین و مربوط امتزاج نظر آتا ہے یہی اسلامی تہذیب کی وہ خصوصیت ہے جو اسے دوسری تہذیبوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔

ترتیب آیات

سورتوں کی ترتیب کے بعد اب میں آیات قرآنیہ کی ترتیب کی طرف آتا ہوں۔

ہمارے عقیدے کے مطابق جس ترتیب سے آیات قرآنیہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہ ترتیب بھی الہامی ہے۔ قرآن مجید کی آیات حسب ضرورت نازل ہوا کرتی تھیں۔ کبھی ایک دو آیات اور کبھی پوری سورۃ۔ جب آیات نازل ہوتیں تو بسا اوقات اُن کی ترتیب موجودہ ترتیب قراءت سے مختلف ہوتی۔ کوئی آیت کسی سورۃ کی ہوتی اور کوئی کسی سورۃ کی۔ اور اگر ایک ہی سورۃ کی ہوں تو بھی کوئی کہیں کی ہوتی اور کوئی کہیں کی۔ ان کے درمیان جو ترتیب ہوتی وہ الہاماً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جاتی اور آپ صحابہ کرامؓ کو بتاتے اور صحابہ کرام وہ آیات اسی الہامی ترتیب کے مطابق یاد کر لیتے۔ اسی طرح ہزاروں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آیات قرآنیہ الہامی ترتیب کے مطابق حفظ کر لیں۔

حفظِ قرآن کی کوشش

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے جس اولوالعزمی، ذہانت اور عشقِ رسولؐ کا ثبوت دیا اس کی مثال صحفِ سماویہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان بزرگوں کو الہامی ترتیب کے مطابق آیاتِ قرآنیہ کے حفظ کرنے میں جیسی محنت و کاوش اٹھانی پڑی ہوگی اس کا ہم تالیف و تصنیف کے اس دور میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ذرا سوچئے کہ پہلی آیت سورۂ اقرأ کی نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد سورۂ نٓ، مزّمل اور مدّثر نازل ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ ان آیات اور سورتوں کو حفظ کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری سورتیں اور آیات نازل ہوتی ہیں اب ان کے درمیان ترتیب کا سوال پیدا ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں کہ یہ آیت فلاں آیت کے بعد کی ہے اور فلاں سورۃ کی ہے۔ یہ کتنا مشکل نصابِ تعلیم تھا۔ کسی مربوط و مسلسل شعری و نثری عبارت کا یاد کر لینا آسان ہے لیکن جب یہ کہا جائے کہ جو کچھ تم کو پڑھایا گیا ہے اس کا فلاں جملہ یا فلاں مصرع فلاں جملہ یا مصرع کے بعد کا ہے تو یہ نصابِ تعلیم کتنا پیچیدہ و دشوار ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں بھی جب نظامِ تعلیم بہت ترقی کر گیا ہے یہ نصابِ تعلیم دشوار و پیچیدہ سمجھا جاتا ہے تو تصور کیجئے اُن دنوں کا جب درس و تدریس کا کوئی ترقی یافتہ نظام نہیں تھا اس طرح قرآنی آیات کا یاد کرنا کتنا دشوار ہوگا مگر آفرین ہے صحابہ کرامؓ پر کہ وہ پورے جوش و مستعدی کے ساتھ قرآن شریف کی آیات "ترتیب قرأت" سے یاد کر لیتے تھے اور ان کو اس علمِ قرآن میں اتنا شغف تھا کہ جب دو چار صحابہ کرامؓ اکٹھے ہوتے تو فوراً قرآن خوانی کا دَور شروع ہو جاتا۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ اِس طرح آیات کی تلاوت کرتے جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔ استادِ کامل کی نظر و توجہ اور ذہین شاگردوں کے ذوق و شوق کا یہ نتیجہ ہوا کہ جماعت کی جماعت حفاظِ قرآن ہو گئی اور یہ کام جو درس و تعلیم کے اعتبار سے دشوار ترین کام تھا انہوں نے اس طرح حل کر لیا گویا وہ کوئی مشکل ہی نہیں۔

وہ لوگ جو اپنی مذہبی کتاب کا کوئی باب یا کوئی فصل بھی زبانی یاد نہیں کر سکتے وہ اُس عشق و محبت کی لذت کیا جانیں جو مسلمانوں کو قرآن مجید سے ہے۔ اور شاید اسی لئے کہ وہ عاشقانِ وارفتہ کی فطرت سے ناواقف ہیں، ترتیبِ قرأت کے مقابل کسی دوسری قرأت کی تلاش و جستجو میں اپنی علمی و فکری صلاحیت ضائع کر رہے ہیں۔

اسی طرح وہ لوگ جو پریس اور مطبع کے دَور میں پیدا ہوئے ہیں وہ حافظہ و یادداشت کو اتنی اہمیت نہیں دیتے جتنی مطبوعات و مخطوطات کو۔ آج اگر کوئی دیوانِ غالب کا حافظ ہو تو اس کی اتنی قدر نہیں ہوگی جتنی اُس پرانے نسخے کی جس میں دیوانِ غالب لکھا ہوا ہو۔

کتابتِ قرآن

اس زمانے کا یہی وہ داعیہ ہے جو یہ دیکھنے کے بعد بھی کہ صحابہ کرامؓ

میں ہزاروں حفاظِ قرآن تھے جنہیں پورا قرآن مجید زبانی حفظ تھا۔ وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں قرآنی آیات حیطۂ تحریر میں لائی گئی تھیں یا نہیں؟ بزعمِ خود وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس عہد میں ان آیات کی باقاعدہ کتابت نہیں ہوئی تھی اس لئے قرآن کریم کی صحت مشکوک و مشتبہ ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کے پاس سند و شہادت کا یہ ذریعہ بھی موجود ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اس روایت پر متفق ہیں کہ آپ آیات قرآنیہ صرف زبانی ہی یاد نہیں کراتے تھے بلکہ فوراً ان کی کتابت بھی کرا دیتے تھے۔ ان لوگوں نے اس کثرت کے ساتھ اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

کتابتِ قرآن کے تین ادوار

کتابتِ قرآن کی تاریخ تین عہدوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ پہلا عہد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، دوسرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا۔

پہلا دور - پہلا عہد وہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قرآن کریم کی کتابت کراتے کہ جب کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی تو آپ فوراً صحابہ کرامؓ کو کتابت کا حکم دیتے اور وہ آپ کے اردگرد بیٹھ کر اُن آیات یا سورتوں کی کتابت کر لیتے۔

قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے صرف ۲۷ سورتیں مدنی ہیں باقی تمام سورتیں مکی ہیں۔ ان مکی سورتوں کی کتابت مکہ میں ہی مکمل ہو چکی تھی۔ یہ جو مشہور ہے کہ صرف چند اصحاب ہی کتابتِ قرآن کیا کرتے تھے غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کرامؓ کو اس کی کتابت کی تحریک فرماتے اور وہ آپؐ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپؐ کے اردگرد بیٹھ جاتے اور آپؐ جو املا فرماتے وہ لکھتے جاتے۔ یہی کتابتِ قرآن کی عام صورت تھی۔ اس طرح بیشتر صحابہ کرامؓ کے پاس آیات اور سورتیں تحریری صورتوں میں موجود تھیں۔ وہ صحابہؓ جو لکھنا جانتے تھے خود لکھتے اور جو لکھنا نہیں جانتے تھے اُن کے عشقِ قرآن کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ دوسرے کاتبوں سے اپنے لئے کتابت کرا لیتے تھے۔

اسلامیانِ مکہ میں قرآن کریم ہی کی بدولت لکھنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوگیا اور مکہ میں ہی تعلیمِ بالغان کی کلاس کھل گئی۔ یہ کتابتِ قرآن کی عام صورت تھی۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ - چنانچہ تاریخ اسلام کا وہ مشہور واقعہ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے گھر گئے تو دیکھا کہ ایک صحابی ان کی بہن اور بہنوئی کو قرآن مجید کی بعض سورتیں پڑھا رہے ہیں۔ جب انہوں نے اصرار کیا کہ وہ سورتیں انہیں دکھائی جائیں تو ان کی بہن نے ان کے سامنے وہ اوراق

بعض کے پاس دو دو سورتیں لکھی تھیں اور وہ سورہ طٰہٰ و تکویر تھیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اکثر صحابہ کرامؓ کے پاس ایسے صحیفے تھے جن میں قرآن کریم کی سورتیں لکھی تھیں۔

سرکاری کاتبانِ وحی

یہ کتابتِ وحی کی عام تحریک تھی لیکن دربارِ رسالت کی طرف سے کتابتِ وحی پر چند خاص آدمی بھی مامور تھے انہیں حکم تھا کہ کوئی وحی کی کتابت کرے یا نہ کرے یہ ضرور کریں۔ جیسے زید بن ثابت، ابی بن کعب، عبداللہ بن سعد، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس قسم کے پندرہ نام کتبِ تاریخ میں محفوظ ہیں۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پورے قرآن مجید کی کتابت ہو چکی تھی لیکن یہ کتابت مختلف قسم کے اجزا پر ہوئی تھی اور وہ آپؐ کی زندگی میں جمع نہیں کئے گئے تھے مگر ان اجزاء کی ہمیشہ دیکھ بھال ہوتی رہتی تھی۔ حضرت زیدؓ کی یہ روایت کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر ان اجزاء کی ترتیب دیتے رہتے تھے اس کا یہی مطلب ہے۔

کتابتِ وحی کس چیز پر ہوتی تھی؟

رہ گیا یہ سوال کہ یہ کتابت کس چیز پر ہوا کرتی تھی، اُس زمانے میں کاغذ تو تھا ہی نہیں لیکن یہ خیال غلط ہے۔ کاغذ تو عہدِ مسیحؑ سے قبل ایجاد ہو چکا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں شاہی فرامین یا اہم دستاویں کاغذ کی بجائے دوسری قیمتی چیزوں پر لکھی جاتی تھیں۔

شاہی سندیں

خود ہمارے ملک میں جو شاہی سندیں کسی کو دی جاتی تھیں وہ عموماً سونا، چاندی، تانبے یا کانسی کے پتر پر لکھی جاتی تھیں۔ اس طرح ان سندوں کی صرف اہمیت ہی ظاہر نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ دیرپا بھی ہوتی تھیں۔ آج کتنے ہندو مندروں اور سکھ گوردواروں کے پاس اورنگ زیب، سلطان محمد ٹیپو اور دوسرے بادشاہوں کے دیئے ہوئے ایسے فرمان موجود ہیں جن میں ان عبادت گاہوں یا پجاریوں کو جاگیریں یا معافیات دی گئی ہیں۔ یہ سارے فرامین اسی قسم کے اوراق پر ہیں۔

اسلامی ہند سے پہلے بھی راجوں اور مہاراجوں کی طرف سے رعایا کے لئے جو احکام و نصائح لکھی جاتی تھیں وہ بھی تانبے اور پتھر پر ہی لکھی جاتی تھیں۔ کسی میوزیم میں اس قسم کے سینکڑوں کتبات دیکھے جا سکتے ہیں۔ مہاراجہ اشوک کے لاٹ تو تاریخِ ہند کی مشہور یادگاریں ہیں۔

قرآن مجید جو کلام اللہ ہے مسلمانوں نے اس کی کتابت بھی انہیں چیزوں پر کی جو عرب میں کتابت کے لئے قیمتی سمجھی جاتی تھیں یعنی پتھر، چمڑا، ہڈیاں، کھجور کی چھال اور پالان کی تختی لکڑی۔ جو اس صنعت سے بے خبر ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ قرآنی آیات کو محفوظ رکھنے کی کتنی عمدہ تدبیر تھی۔

وہ تمام چیزیں جن کا میں نے ذکر کیا کتابت سے پہلے قابلِ کتابت بنائی جاتی تھیں۔ مثلاً پتھر ہے۔ یہ کتابت ہر قسم کے پتھر پر نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایک

نا صحن خم کا قیمتی اور کمیاب پتھر تھا جو چھیل کر اور گھس کر کتابت کے لائق بنایا جاتا تھا۔

اسی طرح کتابت کے لئے جو چمڑا، ہڈی، کھجور کی چھال اور پالان کی لکڑی استعمال کی جاتی وہ کتابت سے پہلے قابلِ کتابت بنائی جاتی تھی اور ان کا شمار قیمتی اشیاء میں ہونے لگتا تھا۔ آج تو ہمارے لئے یہ سمجھنا بہت آسان ہے۔ اس دور کی ترقی یافتہ صنعت کے باعث ہڈی، چمڑا وغیرہ کی کتنی قیمتی چیزیں بنا کرتی ہیں اور ہمارے استعمال میں آتی ہیں۔

روشنائی ان روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ وہ روشنائی بھی دریافت کر چکے تھے جس سے مذکورہ بالا چیزوں پر کتابت کی جا سکتی تھی۔ پھر وہ ہڈی، چمڑے، پتھر اور لکڑی پر لکھنا بھی سیکھ چکے تھے۔ ان چیزوں پر لکھنا آج بھی فنِ کتابت کا کمال سمجھا جاتا ہے اور بڑے بڑے کاتب ان چیزوں پر خوشنما تحریریں لکھ کر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بھی "کتابت وحی" میں اپنے اس کمالِ فن کا مظاہرہ کیا۔ اور واقعی تعجب آتا ہے کہ وہ عرب جو ظہورِ اسلام سے پہلے اس فن کا بہت کم شعور رکھتے تھے اتنی جلد اور ایسے زبردست خطاط اور خوش نویس کیسے بن گئے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کاتبوں کا ایک گروہ تو وہ تھا جو سرکاری طور پر کتابتِ وحی پر متعین تھا جیسے حضرت زیدؓ وغیرہ۔ یہ حضرات جمہوریہ اسلامیہ کی نگرانی میں وحیٔ قرآن کی کتابت کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور ایسے سینکڑوں اصحاب تھے جو ذاتی طور پر وحیٔ الٰہی کی کتابت کیا کرتے تھے۔

دوسرا دور۔ عہدِ صدیقی دوسرا دورِ کتابت قرآن مجید کا وہ تھا جب حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہ کرامؓ نے باہمی مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ قرآن کریم کی کتابت جن اجزاء پر ہوئی ہے وہ منتشر یعنی الگ الگ ہیں اور ان کی تقطیع بھی ایک سی نہیں ہے لہذا وہ واحد ایک تقطیع (سائز) کے کاغذ پر لکھ کے اس کی جلد بندی کر دی جائے۔ اس فیصلے کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ایک سائز کے چوکور کاغذ پر قرآن کریم کی کتابت کی گئی۔ یہ "تدوینِ قرآن" کا دوسرا دور تھا۔

ان اکابر صحابہؓ کے دل میں جمع و تدوینِ قرآن کی تحریک اس وقت ہوئی جب اوائلِ عہدِ صدیقی میں مرتدین کے مقابل یمامہ کے ایک محاذِ جنگ پر سات سو حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔

محاذِ یمامہ پر قراء کی شہادت اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حفاظِ قرآن کی سرفروشانہ قربانی کے باعث اس محاذ پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، مگر یہ اس فتح کی بڑی بھاری قیمت تھی اسلئے ان قراء کی موت سے سارا مدینہ سوگوار ہو گیا۔ دارالخلافہ میں ہر طرف رنج چھا گیا۔ اس وقت سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اگر حفاظِ قرآن اسی طرح جامِ شہادت نوش کرتے گئے تو

پھر مسلمانوں کے لئے قرآن مجید کو الہامی ترتیب سے پڑھنا دشوار ہو جائے گا۔ قرآن کریم کی کتابت اگرچہ عہد نبوی میں ہی مکمل ہو چکی تھی مگر ان اجزاء کے درمیان ترتیب نہیں تھی۔ وہ الہامی ترتیب حفاظ کو زبانی یاد تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دانشور اور دور اندیش انسان کی طرح ضروری سمجھا کہ پورے قرآن کی الہامی ترتیب کے مطابق دوبارہ کتابت کر لی جائے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی یہ تجویز حضرت ابوبکرؓ کے سامنے رکھی۔ انہوں نے پہلے تو کچھ لیس و پیش کیا لیکن جب دیگر صحابہ کرامؓ کی تائید و اصرار بھی دیکھا تو اس پر تیار ہو گئے اور یہ خدمت حضرت زیدؓ بن ثابت کے سپرد کی گئی۔ اس طرح تدوینِ قرآن کریم کی مہم کے دوسرے دور کا آغاز ہوا۔

اس کام کے لئے انہیں کچھ خاص ہدایات بھی دی گئیں۔ سب سے اہم ہدایت یہ تھی کہ وہ یہ صحیفہ مرتب کرتے وقت صحت کا پورا پورا التزام کریں۔ جو آیت لکھیں ان کا مکتوب اجزاء سے ضرور مقابلہ کر لیں اور دو حفاظ قرآن سے ان کی تصدیق بھی کرا لیں۔ حضرت زیدؓ نے اس اہتمام کے ساتھ جمع قرآن کا کام شروع کیا۔ وہ اخیر تک تحریر کا حفاظ کی یادداشت سے اور حفاظ کی یادداشت کا تحریر سے مقابلہ کرتے گئے حتیٰ کہ دونوں قسموں کی شہادتوں اور تصدیقوں کے ساتھ پورا قرآن مجید "ترتیب قراءت" کے مطابق ایک ساتھ کے ورق میں نقل کر دیا۔ یہ اوراق چوکور تھے اس لئے ان کو "ربعہ" کہا گیا ہے۔

التزام صحت کا عالم

ان کے التزام صحت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ لکھتے لکھتے سورۃ توبہ کی آخری آیت پر آئے تو حفاظ نے شہادت دی کہ یہ اس سورۃ کی آیات ہیں مگر ان کو وہ ورق نہیں مل سکا جس پر وہ آیات لکھی تھیں تو انہوں نے ہاتھ روک لیا اور کہا کہ جب تک دونوں قسموں کی شہادتیں نہیں مل جائیں گی اسے اس صحیفے میں درج نہیں کروں گا حالانکہ یہ احتیاط غیر ضروری تھی۔ سارے حفاظ شہادت دے رہے تھے کہ یہ سورۃ توبہ کی آخری آیات ہیں مگر انہوں نے ضروری سمجھا کہ مکتوب ورق سے ان کا مقابلہ کر لیں۔ حضرت زیدؓ کے اصرار پر جب اس ورق کی مزید تلاش کی گئی تو وہ حضرت خزیمہؓ انصاری کے پاس مل گیا۔

حضرت زیدؓ نے جمع قرآن میں صحت کا اتنا اہتمام کیا کہ آج پڑھتے ہوئے غیر ضروری تکلف سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ یہ دونوں آیات سینکڑوں صحابہ کرامؓ کو یاد تھیں۔ وہ انہیں بطور وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر بھی حضرت زیدؓ نے مکتوب ورق سے ان کا مقابلہ کرنا ضروری سمجھا۔ وہ آیات یہ ہیں:-

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا

عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ
اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ ۝

خیال ہے کہ یہ ورق حضرت خزیمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ کر عاریۃً لے گئے تھے کہ دوسرے ورق پر اس کی نقل کریں گے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں پر جو کوہِ غم ٹوٹا کیا عجب کہ اس کے باعث وہ ورق انکو بھول گیا ہو۔

جمہوریہ اسلامیہ کی تصدیق اس طرح عہدِ صدیقی میں قرآن کریم جو پتھر، ہڈی اور چمڑا وغیرہ کے مختلف اجزاء پر لکھا ہوا تھا اور وہ اجزاء منتشر حالت میں تھے انہیں پوری صحت کے ساتھ الہامی ترتیب کے مطابق ایک تقطیع (سائز) کے کاغذ پر لکھ کر اس کی جلد بندی کر دی گئی اور اس کی صحت و سند پر اس جمہوریہ اسلامی نے مُہرِ تصدیق ثبت کی جس کی راستبازی صداقت شعاری کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے حفاظتِ قرآنی کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔

ایک اہم نکتہ اس جگہ میں ایک اہم نکتہ کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس طرح تدوینِ قرآن کی ضرورت کیا تھی؟ کیا وہ صحیفہ کافی نہ تھا جس کی آپؐ کے عہد میں کتابت ہو چکی تھی تو معلوم ہونا چاہیئے کہ عہدِ صدیقی میں جمعِ قرآن کا جو اہتمام ہوا اس کا اہم مقصد الہامی ترتیبِ قرارت کی حفاظت تھی۔ عہدِ نبویؐ میں کتابت کے وقت اس ترتیب کا اہتمام نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ آیات وقفے وقفے سے اور بے ترتیب نازل ہوا کرتی تھیں اور ان کی کتابت بھی اُسی طرح ہوا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقت کا سب سے بڑا تقاضا تھا کہ ان آیات کی الہامی ترتیب کے مطابق کتابت ہو جائے۔ عہدِ صدیقی میں وقت کا یہی تقاضا پورا کیا گیا۔

کتابت قرآن کا تیسرا دور لیکن عہدِ عثمانؓ میں اس صحیفۂ قرآن کے متعلق ایک نیا سوال کھڑا ہو گیا اور وہ سوال اختلافِ قرارت کا تھا۔

عہدِ صدیقی میں چوکور کاغذ پر جس نسخۂ قرآن کی کتابت ہوئی تھی اس کی بہت سے لوگوں نے اپنے شوق و عشق کی بنا پر نقلیں کیں اور ہر شخص نے اس نقل کے وقت اپنی اپنی قرارت ملحوظ رکھی یعنی جو قبیلہ جس طرح عربی الفاظ کا تلفظ کرتا اس نے اپنی قرارت یا تلفظ کے مطابق اس کی نقل کی۔ اس طرح قرآن شریف کی تلاوت مختلف قرارتوں میں ہونے لگی۔ ایک ہی لفظ کا تلفظ کوئی کچھ کرتا اور کوئی کچھ۔ اور زبان میں تلفظ کو جو اہمیت حاصل

ہے وہ ماہر لسانیات سے مخفی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی قرآن شریف علاقے علاقے میں مختلف قراءتوں سے پڑھا جانے لگا۔ اس اختلافِ قراءت سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی فتنے کا سدِّ باب کیا۔

تلفّظ کا اختلاف

بعض لوگوں کے لئے یہ بات ذرا مبہم ہوگی اسلئے اس کی کچھ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ زبان کا عام قاعدہ ہے کہ ایک ہی زبان جب ملک کے مختلف علاقوں میں مختلف قبائل بولتے ہیں تو تلفظ میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ زبان کا یہ قانون ایسا عالمگیر ہے کہ کوئی زبان اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اردو زبان ہی کو دیکھ لیجئے جو زبانوں کے خاندان میں سب سے کم عمر ہے اور تاریخ کے روشن دور میں مدوّن ہوئی ہے اس کا تلفظ علاقے علاقے کے لوگ الگ طور سے کرتے ہیں۔ حیدر آباد دکن جائیے تو وہاں کے لوگ ق کو خ بولیں گے۔ جیسے قورمہ قلیہ کو خورمہ خلیہ۔ آپ حیدر آباد دکن کے کسی ہوٹل میں جائیے پھر دیکھئے کہ وہاں کس فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ کو قورمہ و قلیہ کی بجائے "خورمہ و خلیہ" کھانے کی ترغیب دی جائیگی۔ اسی طرح اہل پنجاب ق کو ک بولتے ہیں اور صوبہ بہار کے شمالی علاقے جیسے دربھنگہ میں بعض لوگ ر کو ڑ بولتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات وہ اذان میں بھی اللہ اکبر کی بجائے "اللہ اکبڑ" کہتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو اپنے اپنے تلفظ میں کتابتِ قرآن کی اجازت دیدی جائے تو قرآن مجید میں سارے ق خ یا ک سے اور ر ڑ سے بدل جائینگے۔

قبائلِ عرب کا الگ الگ تلفّظ

سارے قبائلِ عرب عربی ہی بولتے تھے مگر حروف کے تلفظ میں فرق تھا۔ ہر قبیلہ اپنے تلفظ میں قراءت کرتا۔ تلفظ کے باب میں قبیلہ قیس کا کشکشہ اور قبیلہ تمیم کا عنعنہ مشہور ہے۔ قبیلہ قیس کاف تانیث کی جگہ ش بولتا۔ ایک اور قبیلہ س کی جگہ ت پڑھتا۔ یہ سب ایک ہی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے مگر قبیلہ قیس "قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا" کا تلفظ یوں کرتا قد جعل ربّشِ تحتشِ سریًّا۔ اور دوسرا قبیلہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ کو یوں پڑھتا قُل اعوذ بِرب النّات ملِک النّاتِ اِلٰہ النّات۔ اگرچہ تلاوت میں اس اختلافِ قراءت کی اجازت تھی مگر ان تمام قراءتوں پر کتابتِ قرآن کی اجازت دی جاتی تو مستقبل میں بڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا۔

آرمینیا کا اختلافِ قراءت

چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ آرمینیا میں اس اختلافِ قراءت نے فتنے کی صورت اختیار کر لی ہے تو آپ نے اکابر صحابہ کے مشورے سے لغتِ قریش پر قرآن مجید کی کتابت کرانے کا فیصلہ کیا۔ عہدِ صدیقی کا نسخہ جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا وہاں سے منگایا گیا اور یہ خدمت بھی حضرت زید کاتبِ وحی کے سپرد کی گئی۔ بارہ ارکان کی ایک کمیٹی بنا دی گئی جس کے صدر حضرت زید بن ثابت تھے۔ انہوں نے یہ خدمت نہایت خیر و خوبی اور کامیابی سے انجام دی اور قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ تیار کیا جس کی کتابت قراءتِ

قریش کے مطابق کی گئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تھی اور جس زبان میں قرآن حکیم کا نزول ہوا تھا پھر آپؓ نے اس کی چھ نقلیں کرائیں اور یہ نسخے ملک کے چھ علاقوں میں بھیج دیئے گئے جن کے نام یہ ہیں: مکہ، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ۔ ایک کاپی مدینہ میں رکھی گئی۔

لسانی اتحاد و یکجہتی

ساتھ ہی آپ نے اعلان کرا دیا کہ اب قرآن کریم کی کتابت اسی نسخے کے مطابق کی جائے دوسرے نسخے تلف کر دیئے جائیں۔ اس طرح حضرت عثمانؓ نے تمام مسلمانوں کو ایک لغت پر جمع کر کے ان میں لسانی اتحاد و یکجہتی کا جذبہ پیدا کر دیا لیکن جہاں تک قرارت کا تعلق تھا آپؓ نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور کیسے لگاتے قرآن کریم تو سات عربی لہجوں کے مطابق نازل ہوا تھا یعنی ان تمام لغات میں تلاوت کی اجازت دی گئی تھی۔ آج دکن کے عام مسلمان جو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو خُل ھو اللہ احد پڑھتے ہیں تو اس پر کوئی مفتی غلط قرآن خوانی کا فتویٰ نہیں لگاتا۔ بس یہی حال عربوں کے تلفظ کا تھا۔ حضرت عثمانؓ اختلافِ قرارت تو نہیں مٹا سکے مگر قرآن کریم کو لغتِ قریش میں جمع کر کے ان میں لسانی وحدت ضرور پیدا کر دی اور آج یہ انہی کی دُور اندیشی کا ثمرہ ہے کہ قرآن مجید کسی قبیلے یا کسی قوم کے پریس میں چھپے وہ چھپتا ہے لغتِ قریش ہی کے مطابق۔ یہ کیسی حیرت انگیز لسانی وحدت ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ پیدا کی گئی۔

اس وحدت کی قدر و قیمت کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہم بھارتی مسلمان ضرور سمجھتے ہیں۔ ہماری سرکار نے لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تقسیم کر کے جو دردِ سر مول لیا ہے اس نے تمام مدبروں کو تشویش میں ڈال دیا ہے۔

تدوینِ قرآن عہدِ صدیقی و عثمانی میں

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد میں جو قرآن مجید ایک جلد میں جمع کیا گیا وہ ایک ایسی ضرورت تھی جو عہدِ رسالت میں پوری نہیں ہو سکتی تھی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے نزولِ وحی کا سلسلہ جاری رہا اور ترتیبِ نزول ترتیبِ قرارت سے مختلف ہوتی تھی اسلئے وہ اجزاء ایک جلد میں جمع نہیں کئے جا سکتے تھے۔ یہ کیسے معلوم تھا کہ اب جو آیت نازل ہو گی وہ کس سورۃ کی ہو گی اور کس آیت کے آگے پیچھے لکھی جائیگی اسلئے وہ سارے اجزاء متفرق صورت میں پڑے تھے اس طرح کتابت میں آسانی ہوتی تھی لیکن جب آپؐ رحلت فرما گئے اور نزولِ قرآن کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اب ساری آیات کو ایک جگہ جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ اہم دینی خدمت عہدِ صدیقی میں انجام پذیر ہوئی۔ اس کے بعد جب اختلافِ قرارت نے فتنے کی صورت اختیار کی تو عہدِ عثمانی میں پورے قرآن کریم کی لغتِ قریش کے مطابق کتابت کی گئی اور اسے ہی شائع کرنے کی ہدایت کی گئی۔ درحقیقت یہ قرآن نہ یاضِ صدیقی ہے نہ بیاضِ عثمانی۔ ان دونوں کی طرف جو شرف منسوب کیا جا سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ عہدِ صدیقی میں الہامی ترتیب کے مطابق پورے قرآن کی کتابت ہوئی اور عہدِ عثمانی میں لغتِ قریش کے مطابق اس کی دوبارہ تدوین ہوئی۔ قرآن وہی ہے

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظاً لفظاً نازل ہوا تھا۔ تمام سلف صالحین نے اسی بات کی شہادت دی ہے تفسیر اتقان میں ایک شہادت یوں درج کی گئی ہے:۔

وَكَانَ الْقُرْآنُ فِيْهَا مُنْتَشِرًا
فَجَمَعَهَا جَامِعٌ وَرَبَطَهَا بِخَيْطٍ

قرآن ان اجزاء میں منتشر تھا تو جمع کرنیوالے نے اسکو ایک جگہ جمع کیا اور دھاگے سے سی دیا۔

انفرادی کوششیں

یہ تو تدوینِ قرآن کی وہ دو صورتیں تھیں جو جمہوریہ اسلامیہ کی نگرانی میں انجام پذیر ہوئیں لیکن اس سے پہلے بعض صحابہؓ نے ذاتی طور پر بھی پورے قرآن کریم کی الہامی ترتیب کے مطابق کتابت کی تھی جیسے حضرت سالم رضی اللہ عنہ انہوں نے عہدِ صدیقی سے پہلے قرآن کریم کی یہ خدمت کی تھی۔ اس مکتوب نسخے کا نام پہلے اسفار رکھا تھا مگر اس نام میں یہودیوں سے مماثلت ہوتی تھی اس لئے اس کا نام صحیفہ رکھا گیا۔ یہ ساری کوششیں محض الہامی ترتیب کو کتابی صورت میں جمع کرنے کی تھیں ورنہ زبانی طور پر تو پورا قرآن ہزاروں صحابہ کرامؓ کو الہامی ترتیب کے ساتھ یاد تھا مگر صرف حفاظ پر اعتماد کرنا بھی دانشمندی کے خلاف تھا اور اس سے فنِ کتابت میں صحابہ کرامؓ کی کوتاہ ہمتی ثابت ہوتی تھی اسلئے اس الہامی ترتیب کو حیطۂ تحریر میں لانا بھی ضروری تھا چنانچہ عہدِ صدیقی میں اسی ترتیب کے مطابق قرآن کریم کی کتابت و جلد بندی ہوئی۔

یہ ہے ضروری تفصیل سورتوں اور آیات کی ترتیب و تدوین کی۔ اس ترتیب کی حکمت تو واضح ہے کہ اس طرح قرآن کریم کا پورا مضمون مسلسل و مربوط ہو گیا۔ اگر آیات ترتیب نزول کے مطابق ہوتیں تو ان کے درمیان ربط و تسلسل مفقود ہوتا۔ اگلی اور پچھلی آیات کے درمیان کوئی تعلق نہ ہوتا۔ حالانکہ یہ تالیف و تصنیف کا ایسا نقص ہے کہ کوئی مؤلف و مصنف بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ پھر خدا کے متعلق کیسے کہا جائے کہ وہ اپنے رسولؐ سے اس قسم کی بے ربط باتیں کرتا رہا اور انہی بے ربط باتوں کو اس نے کتاب مبین کہا حالانکہ اس صورت میں وہ کتاب بھی نہ کہلاتی چہ جائیکہ "کتاب مبین"۔

چنانچہ اب بھی اگر قرآن کریم کا کوئی نسخہ ترتیب نزولی کے مطابق شائع ہوا اور اس میں صحت کا پورا پورا اہتمام کیا گیا تو ہم اس کو محض ایک تاریخی سرمایہ کہیں گے حالانکہ اس کا کوئی امکان نہیں کہ اس میں صحت کا پورا پورا التزام ہو سکے اس لئے اسے تاریخی تحقیق کہنا بھی دشوار ہوگا۔ یہ تحقیق ایسی ہی ہوگی جیسے آج کل بھارت میں بعض ہندو مؤرخ یہ کہہ رہے ہیں کہ آگرہ کا "تاج محل" اور دہلی کا "لال قلعہ" شاہجہان کی نہیں بلکہ کسی قدیم ہندو راجہ کی بنوائی ہوئی عمارتیں ہیں۔ یہ تاریخ دانی کی صرف ایک ترنگ ہے جو آج کل انسانی خیالات میں تلاطم پیدا کر رہی ہے جس کا حقیقتِ واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تاریخ دان اسے تسلیم کر سکتا ہے ✦

حاصلِ مُطالعہ

(۱) چند مفید حوالے

از کتاب "تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی" اُردو ترجمہ "نافع السالکین"

(۱) فرمایا۔ سالک کو چاہیئے کہ حاکم وقت کے حق میں بددُعا نہ کرے۔ خواہ مسلمان ہو، خواہ مشرک، خواہ ظالم ہو، خواہ عادل۔ بلکہ اس کے لئے دُعا کرے "تاکہ اُس کے حکم میں سُستی واقع نہ ہو" (صـ۹۵)

(۲) فرمایا۔ جو کوئی نیک ہوگا وہ بہشت میں داخل ہوگا اور اس کے اچھے اعمال ہی باغ اور محلّات اور دوسری نعمتوں کی صورت میں اُس کے سامنے آئیں گے" (صـ۹۷)

(۳) فرمایا۔ کہ اگر کوئی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثتِ معنوی حاصل کرنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہراً و باطناً پیروی کرکے اُسے حاصل کرے" (صـ۹۸)

(۴) فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ اور سخت مصیبتیں انبیاء پر آتی ہیں۔ پھر اولیاء پر ان سے کم اور دوسروں پر ان سے بھی کم درجہ کی۔ اسلئے چاہیئے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اسکو خیر و خوبی سمجھ کر اس کی رضا کے سامنے گردن جُھکا دے" (صـ۱۱۴)

(۵) ایک روز حضرت قبلہ نے حلقہ نشین علماء کے سامنے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے دونو پاؤں کے نیچے مصحف حمید یعنی قرآن مجید ہے اور میں اُس کے اُوپر کھڑا ہوں اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ سارے علماء اس خواب کی تعبیر بیان کرنے سے عاجز آ گئے۔ پس آپ نے مولوی محمد عابد سوکڑی علیہ الرحمۃ کو جو کہ بڑے متبحر اور متدیّن عالم تھے طلب کیا اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ مولوی صاحب آداب بجا لائے اور کہا کہ مبارک ہو۔ کیونکہ قرآن شریف عین شریعت ہے اور جناب والا کے دونو قدم ہر زمانہ میں جادۂ شریعت پر مستحکم رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ چنانچہ یہ عمدہ تعبیر ہر کسی کے فکر و عقل کے مطابق تھی لہذا سب کو پسند آئی" (صـ۱۵۶)

(۶) فرمایا۔ کہ ولایت اور نبوّت کسی کی میراث

نہیں ہے جس کو حق تعالیٰ چاہتے ہیں عطا
فرما دیتے ہیں۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

حق بہ شبان تاج نبوت دہد
ورنہ نبوت چہ شناسد شبان

(ص۲۹۵)

(۷) فرمایا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں لوگ
قرآن پڑھیں گے اور نمازیں پڑھیں گے لیکن
ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوگا۔" (ص۲۴۵)

(نوٹ) یہ کتاب ۲۷۴ صفحات کی ہے اور چھ روپے
ہدیہ پر دکان شعاع ادب مسلم چوک انارکلی لاہور
سے مل سکتی ہے۔

(مرسلہ قریشی محمد حنیف صاحب قمر علوی۔م)

---

(۲) پیشگوئیوں کے متعلق ایک اصل

(از مولانا ابوالکلام آزاد)

"پیشین گوئیوں کا یہ حال ہے کہ جب تک ان کا ظہور کامل طور پر نہ ہو جائے ان کے معانی و مطالب کی نسبت کسی قطعی بات کا اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اجتہاد و قیاس کے لئے کسی چیز میں اتنی وسعت نہیں جس قدر پیشین گوئیوں میں ہوتی ہے۔ علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیوں کا ایک خاص مبہم انداز بیان ہوتا ہے اور نہایت اجمال و اختصار کے ساتھ محض اشارات کئے جاتے ہیں جب تک ان کا ظہور نہ ہو جائے اشارات کی تفصیل اور اوصاف کے انطباق میں طرح طرح کی لغزشیں پیش آ جا سکتی ہیں۔

ظہور دجال کی پیشین گوئی اس معاملہ کے لئے ایک واضح مثال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے تمام غیر معمولی اوصاف بیان کر دیئے تھے۔ بایں ہمہ خود صحابہؓ کرام کو بڑا اشتباہ ہوا اور اپنے عہد کے مختلف اشخاص کو بعض اوصاف کے اشتراک کی وجہ سے دجال سمجھتے رہے۔ آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں ابن صیاد کی نسبت خیال ہوا تھا حتیٰ کہ اس کو قتل کرنا چاہا جیسا کہ امام بخاریؒ کی روایت ابن عمرؓ مندرجہ کتاب الجنائز میں موجود ہے اور ایک دوسری روایت مندرجہ کتاب الاعتصام بالسنۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس پر اس درجہ یقین تھا کہ قسم کھا کر کہتے تھے یہی دجال ہے اور اسی سے ابن جابرؓ کو بھی اس پر پورا یقین تھا۔" (رأیت جابر بن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال"۔ اسی طرح ابوداؤد کی روایت نافع میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی نسبت مروی ہے کہ قسم کھا کر کہتے تھے" واللہ ما اشک ان المسیح الدجال ھو ابن صیاد"، لیکن دیگر صحابہؓ کو

اس سے اختلاف تھا۔ ابوسعید خدری رضؓ سے جب ابن صیاد کی صحبت ہوئی تو ان کا شک دُور ہو گیا۔ حتّٰی کہ معذرت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے (کما فی المسلم) اور مسلم میں قصہ تمیم داری موجود ہے جس کی بناء پر لوگوں کو ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار تھا۔

پس چونکہ یہ پیشین گوئی تھی اس لئے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوری پوری طرح ظاہر نہ ہو جائیں اُن کا ٹھیک ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے۔"

(کتاب "مسئلہ خلافت" صفحہ ۱۰۴-۱۰۵

مؤلفہ امام الہند ابو الکلام آزاد)

---

(۳) ایک ضروری اقتباس

"تحقیق فدک" مصنفہ سید احمد شاہ صاحب بخاری مطبوعہ مشتاقی پریس سرگودہا شائع کردہ مکتبہ الفاروقؓ چوکیرہ ضلع سرگودہا صلّٰے پر لکھا ہے:۔

"عن عمر بن حنظلة قال سئلتُ اباعبد اللّٰہ علیہ السلام عن رجلین من اصحابنا یکون بینھما منازعة فی دَیْنٍ اَوْ میراثٍ فتحاکما الی السلطان او القضاة یحل ذالك فقال من تحاکم الی الطاغوت فحکم لهٗ فانما یأخذ سحتاً وان کان حقّهٗ ثابتاً لانّه اَخَذَ بحکم الطاغوت وقد امر اللّٰہ ان یکفر بہ۔

ترجمہ۔ عمر بن حنظلہ کہتا ہے کہ مَیں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان دو مردوں کے بارے میں پوچھا جو ہمارے شیعہ میں سے ہوں اور ان کے درمیان قرضے یا وراثت میں تنازعہ ہو جائے پھر وہ مقدمہ لے جائیں بادشاہ یا اس کے قاضیوں کے پاس یہ کام حلال ہے؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بھی مقدمہ لے جائے ظالم حاکم کے پاس پس وہ حاکم اس کے حق میں فیصلہ کر دیوے تو وہ مدعی جو چیز وصول کریگا وہ اس کے لئے حرام ہو گی اگرچہ واقعہ میں مدعی کا اپنا حق ہو اسلئے کہ اس نے ظالم کے فیصلہ کے ذریعہ چیز حاصل کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کی ہر بات کا انکار کیا جائے۔" (فروع کافی جلد سوم صفحہ ۲۲۵)"

ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ الزہراؓ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ برحق سمجھتی تھیں تبھی وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس اپنا مقدمہ لیکر گئیں ورنہ بصورت دیگر معاملہ برعکس ہوتا۔

(خاکسار غلام رسول معلم اصلاح و ارشاد)

پادری برکت اللہ صاحب ایم اے کا خط

جناب بندہ تسلیم۔ میں نقل مکانی کر رہا ہوں۔ اب سے مہربانی فرما کر مجھے الفرقان پتہ بالا پر بھیج دیا کریں ممنون ہونگا۔ میں الفرقان غور سے پڑھتا ہوں۔ انشاء اللہ اس سال میری کتاب "گناہ اور مغفرت الٰہی" شائع ہو جائیگی اس میں آپ کے بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے امید ہے کہ آپ کو یہ کتاب پسند آئیگی۔ والسلام　　　احقر العباد برکت اللہ

مکتوب

حدیثِ مجدّد کے متعلق چند سوالات اور ان کے جوابات

مکرم مولوی محمد حنیف الرحمٰن صاحب سیالکوٹ نے اپنے خط میں لکھا کہ:- "اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا" کے متعلق وضاحت فرماویں۔

(۱) صدی کا شروع مراد ہے یا آخر؟

(۲) اگر صدی کا شروع مراد ہے تو پہلی صدی کا مجدد نبی، صحابی یا تابعی ہے؟

(۳) مجدّد کا دعویٰ کرنا ضروری ہے؟ اگر دعویٰ کرنا ضروری ہے تو کیا ہر مجدّد کا دعویٰ کرنا ثابت ہے؟

(۴) اگر دعویٰ کرنا ضروری نہیں تو علاماتِ مجدّد کیا ہیں جس سے وہ پہچانا جائے؟

(۵) تمام عالمِ اسلام میں ایک وقت میں ایک ہی مجدّد ہوتا ہے؟ یا جگہ جگہ جہاں ضرورتِ تجدید ہو؟ ۱۳۰۰ ہجری تک کون کون سے مجدّد اور کہاں کہاں ہوئے؟

(۶) مجدّد کے فتاویٰ سے قوم کا متفق ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اتفاق نہ کرے تو کیا حکم شرعی ہے؟ اور کیا مجدّد تمام قوم سے افضل ہوتا ہے؟ ہر مجدّد کی ہر ایک کے لئے بیعت کرنی ضروری ہے؟

جوابِ مکتوب

(۱) حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا میں صدی کا آخر اور صدی کا شروع دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجدّد پہلی صدی کے آخر میں پیدا ہوگا اور اگلی صدی کے شروع میں ظاہر ہوگا۔

(۲) نبی تو سب سے بڑا مجدّد ہوتا ہے اس وقت اور کوئی مجدّد اصطلاحی نہیں ہوتا۔ ایسا ہی خلفاء راشدین خود مجدّدِ دین ہوتے ہیں۔ اگر خلافتِ راشدہ شخصیہ نہ رہے تو البتہ علیحدہ مجدّد اپنے وقت پر ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

(۳) عام مجدّد کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں البتہ مامور مجدّد ضرور دعویٰ کرتا ہے۔ ہاں بعض غیر مامور مجدّدین نے بھی لوگوں کو بتا دیا تھا کہ ہم مجدّدِ وقت ہیں۔

(۴) علاماتِ مجدّد حدیث کے مطابق اس کے وہ کارنامے ہیں جو تجدیدِ دین کی شان رکھتے ہوں۔

(۵) عالمِ اسلام میں ایک وقت میں مختلف مقامات پر متعدد مجدّد ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں جن کے نام اور مقامات مختلف کتب مثلاً حجج الکرامہ وغیرہ میں درج ہیں۔ ہاں جو مجدّد مامور ہوگا اور خدا تعالیٰ کی خاص وحی سے کھڑا ہوگا وہ اپنے زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔

(۶) عام مجدّدین کی آراء سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر انکی بے ادبی اور تکذیب جائز نہیں۔ البتہ مامور مجدّد سے اختلاف جائز نہیں وہ حَکَم عدل کے مقام پر ہے۔ ایسے مجدّد کی بیعت ضروری ہے۔ اس سے اختلاف کرنیوالا روحانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔

——— خاکسار - ابو العطاء ۶۹/۲/۱۸

گوہرِ مقصود

(جناب محمد ابراہیم صاحب شادؔ)

مجھ پر جو لطف و کرم ہے آپ کی درگاہ میں
وہ نہیں ہرگز کسی مال و منال وجاہ میں
ہے رضائے حق تعالیٰ میں وقارِ زندگی
کچھ نہیں ہے فرق ورنہ اِک گدا و شاہ میں
باز آ جور و ستم سے دشمنِ دینِ متیں
ہے نہاں قہرِ خدا ظالم! ہماری آہ میں
غلبۂ اسلام کی خاطر مرے پیارے خدا
"جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں"
ہے ترے حُسن و تجمل کی تجلّی چار سُو
اور جلوہ ہے ترا انجم میں مہر و ماہ میں
بن گئے اکسیر جس سے خاک کے ذرّے ندیم!
وہ اثر دیکھا نگاہِ "مردِ حق آگاہ" میں
"ناصرِ دیں"! تیرا ناصر ہے خدائے ذوالجلال
اور ذلّت ہے نصیبِ حاسد و بدخواہ میں
گوہرِ مقصود جس کی ہر طرف تھی جستجو
مل گیا ہے شادؔ ہم کو ذکرِ اِلَّا اللہ میں

ایک نہایت مفید تجویز

محترم ڈاکٹر محمد شریف صاحب ہومیو پیتھ پنڈ عزیز سے لکھتے ہیں:۔

مکرم و معظم جناب مولوی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آج رسالہ "الفرقان" فروری ۱۹۶۹ء میں مضمون "سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت احمد قادیانی کا عشق" پڑھ کر میرے دل میں زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ مضمون ہذا کثرت سے تقسیم ہو تو جماعت کے خلاف لوگوں میں جو غلط فہمیاں مخالفین نے پیدا کر دی ہوئی ہیں ان کا بہت حد تک تدارک ہو سکتا ہے اور عوام کے دل جماعت کی طرف مائل ہو سکتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسلئے میں اپنی طرف سے مبلغ پچیس روپیہ اس فنڈ میں بسم اللہ کے طور پر جناب کو ارسال کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ بذریعہ الفضل اور دیگر رسائل احباب کو اس اہم کام کی طرف توجہ دلائیں گے۔ اگر کم از کم ایک لاکھ کاپی شائع ہو جائے اور موزوں احباب کے ذریعہ معزز غیر احمدیوں اور لائبریریوں وغیرہ میں تقسیم ہو تو بہت مفید ہو گی۔ یہ ایک لاکھ تعداد تو میں نے تھوڑی لکھی ہے اگر روپیہ میسر آ سکے تو مغربی پاکستان کی ۵ کروڑ آبادی میں کم از کم ۵ لاکھ کی اشاعت ہو تو ہر ۱۰۰ آدمیوں میں ایک رسالہ پہنچ سکتا ہے۔ امید ہے آپ میرے ساتھ متفق ہونگے (طالبِ دعا احقر محمد شریف)

الفرقان۔ مکرم ڈاکٹر صاحب کی تجویز نہایت عمدہ ہے دیگر احباب بھی اپنی اپنی آراء سے مطلع فرماویں۔ اس مضمون کی تعریف متعدد غیر از جماعت دوستوں نے بھی کی ہے۔

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی لاہور

روزنامہ
الفضل ربوہ

الفضل جماعت احمدیہ کا واحد روزنامہ ہے۔
اس کا ہر احمدی گھرانہ میں پڑھا جانا نہایت ضروری ہے
اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات،
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور
ارشادات و خطبات جمعہ و علماء سلسلہ کے اہم علمی مضامین
شائع ہوتے ہیں۔ اہم جماعتی و ملکی خبریں بھی شائع ہوتی ہیں۔
اس کی خریداری آپ کا جماعتی فرض ہے۔ خود بھی پڑھئے
اور اپنے احباب کو بھی مطالعہ کے لئے دیجئے۔

(مینیجر)

ماہنامہ
تحریک جدید ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور
غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

سالانہ چندہ: صرف دو روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے نہایت مفید۔ خارش، پانی بہنا، پھنی، ناخنہ، ضعف بصارت وغیرہ امراض چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ سال سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاق اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور بہترین اجزاء کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا، ان تمام امراض کا بہترین علاج۔

قیمت پندرہ روپے

نور منجن

دانتوں کی صفائی صحت کے لئے ازحد ضروری ہے یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور علاج کے لئے بہت مفید ہے۔

فی شیشی - ایک روپیہ

نور نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بہترین تجویز جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔

قیمت مکمل کورس - پچیس ۲۵ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ گولبازار ربوہ۔ فون نمبر ۳۸

(طابع و ناشر: ابوالعطاء جالندھری۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

تین ضروری اعلان

(۱)

الفرقان کے پُرانے رسالے نصف قیمت پر

ماہنامہ الفرقان ربوہ کے ۱۹۵۲ء سے لیکر ۱۹۶۸ء تک کے ایک سَو دس ۱۱۰ متفرق مہینوں کے عام رسالے دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ سب رسالے نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین پر مشتمل ہیں۔ ان سب رسالوں کی مجموعی قیمت چھیاسٹھ ۶۶ روپے سے کچھ زیادہ بنتی ہے۔ جو دوست سب رسالے خرید کریں گے انہیں کُل رسالجات نصف قیمت یعنی تنتیس ۳۳ روپے میں دیئے جائیں گے۔ (علاوہ محصولڈاک)

یہ رعایت اس سال کے ماہ جون ۱۹۶۹ء تک ہے۔ رسالے کم ہو رہے ہیں۔ شائقین جلد خرید لیں۔ بعد میں یہ رسالے نایاب ہو جائیں گے اور پھر کسی قیمت پر نہ مل سکیں گے۔

(۲)

مجلّد مکمّل فائل

علاوہ ازیں ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء کے مکمّل فائل مجلّد صورت میں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں۔ ہر مجلّد فائل کی قیمت آٹھ روپے ہے۔ علاوہ محصول ڈاک

(۳)

خاص نمبروں کے متعلق اعلان

ماہنامہ الفرقان کے خاص نمبر تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل خاص نمبر قابلِ فروخت ہیں:-

(۱) خاتم النبییّن نمبر ۱/- (۲) سیرۃ خیر البشر نمبر ۱/- (۳) حضرت حافظ روشن علی نمبر ۱/- (۴) حضرت میر محمد اسحاق نمبر ۱/- (۵) حضرت قمر الانبیاء نمبر ۲/- (۶) حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ نمبر ۱/- (۷) خلافت نمبر ۲/۲۵ (۸) جہاد نمبر ۱/- (۹) درویشانِ قادیان نمبر ۲/۵۰ علاوہ محصولڈاک۔

مینجر الفرقان ربوہ

جناب مولوی عبدالباسط صاحب شاہد

مشرقی افریقہ جا رہے ہیں

جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل مربیٔ سلسلہ ۲۳ جنوری ۶۹ء تنزانیہ مشرقی افریقہ میں پیغام حق پہنچانے کے لئے جارہے ہیں۔ ریلوے سٹیشن ربوہ پر احباب کرام نے انہیں اپنی دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا وہ اپنی منزل پر پہنچ کر مصروف خدمت ہیں احباب اس ہونہار اور مخلص خادم سلسلہ کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ آمین

Monthly AL-FURQAN Rabwah

REGD. NO. L 5708

MARCH 1969

تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

● **مباحثۂ مصر** — قیمت ۰٫۶۲

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب مبشر اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر فلپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

● **تحریری مناظرہ** — قیمت ۱٫۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ۔ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

● **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** — قیمت ۱٫۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwa